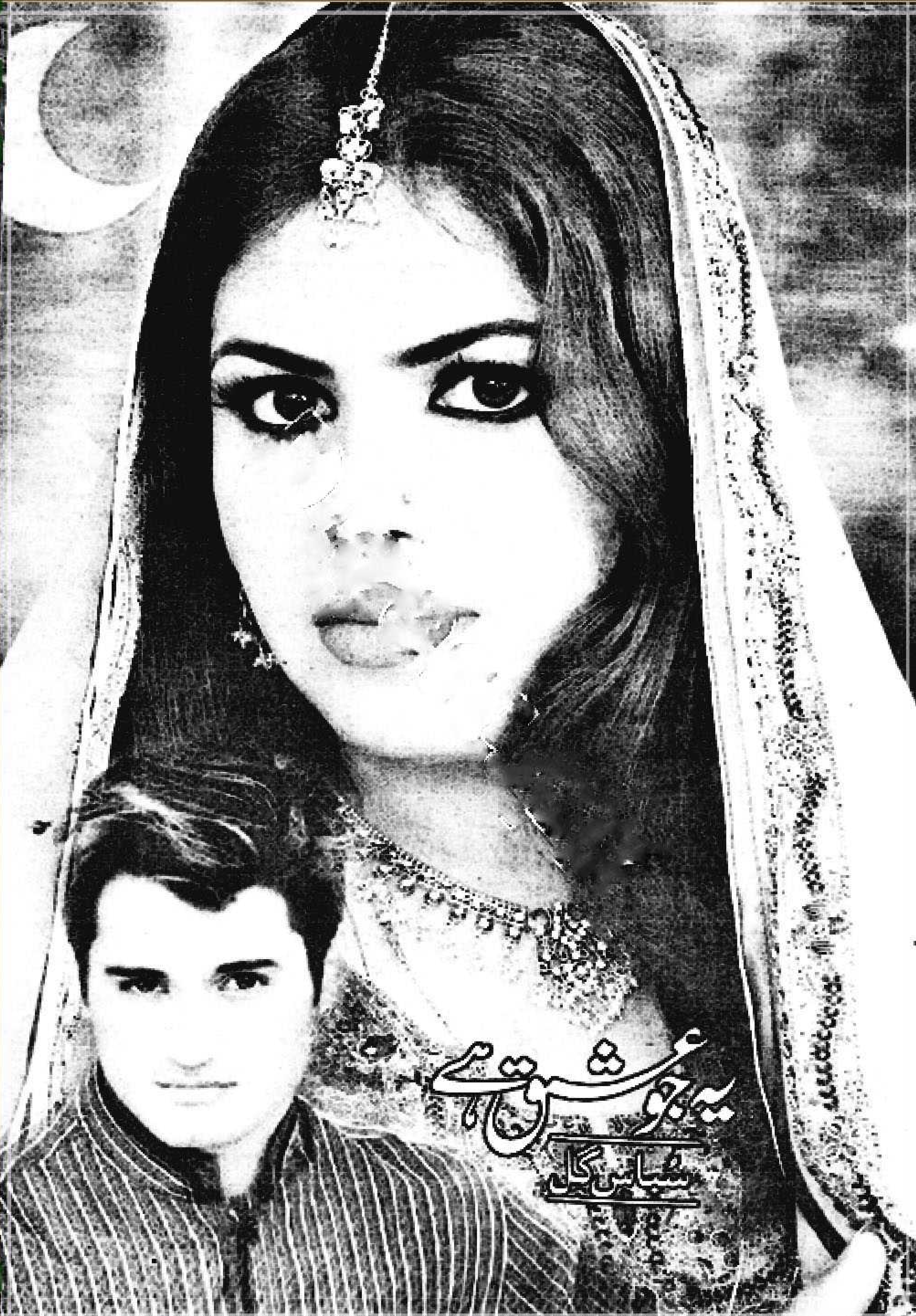

یہ عشق ہے
سباس گل

وہ فاصلہ تھا دعا اور مستجابی میں
کہ دھوپ مانگنے جاتے تو ابر آ جاتا
وہ مجھ کو چھوڑ کے جس آدمی کے پاس گیا
برابری کا بھی ہوتا تو صبر آ جاتا

عروہ کے تو پسینے چھوٹ رہے تھے اپنے اردگرد بھی سفوری اور میک اپ زدہ چہروں والی ماڈرن ملبوس سے آراستہ لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر۔ کسی کی کمر آدھی جھانک رہی تھی تو کسی کی پنڈلیاں اور سلیولیس بازو دعوت نظارہ پیش کر رہے تھے ہیئر اسٹائل الگ تباہ کن اس پر ان کی ادائیں قاتلانہ اوران کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی نوکری کی نہیں بلکہ رشتے کی تلاش میں آئی ہیں۔

"یہ لڑکیاں یہاں انٹرویو دینے آئی ہیں یا ماڈلنگ اور مقابلہ حسن میں حصہ لینے توبہ توبہ لڑکی ہو کر میرے پسینے چھوٹ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تو مردوں کا کیا حال ہوگا؟" عروہ دل ہی دل میں باتیں کر رہی تھی کہ پیون نے اس کا نام پکارا وہ الرٹ ہو کر بیٹھ گئی۔

"عروہ جمشید آپ تیار رہیں اگلا نمبر آپ کا ہے۔" چپڑاسی نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"عروہ جمشید ان ماڈرن حسیناؤں میں تم تمہاری دال نہیں گلنے والی' کہاں یہ مغربی ملبوس میں الٹرا ماڈرن لڑکیاں اور کہاں تم ڈری سہمی لڑکی! تمہارے عبایا اور اسکارف کو اس کمپنی میں جگہ نہیں ملنے والی' بہتر ہے کہ تم خوار اور انکار ہونے سے پہلے ہی یہاں سے نکل لو۔" عروہ نے دل ہی دل میں کہا اور اپنا شولڈر بیگ اور فائل اٹھا کر کھڑی ہوگئی جونہی وہ دروازے کی سمت بڑھی چپڑاسی نے اسے آواز دی۔

"عروہ جمشید! آپ کی باری ہے انٹرویو کی۔ اندر جائیے۔"

"اُف..... مارے گئے اب تو جانا ہی پڑے گا یا اللہ عزت رکھنا۔" عروہ زیر لب بڑبڑائی اور درود شریف پڑھتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم سر!" عروہ نے آفس میں موجود تینوں مرد حضرات کو دیکھتے ہوئے سلام کیا' جن میں کمپنی کا مالک احسن ریاض' منیجر اکرام بھٹی اور مارکیٹنگ سپروائزر ثناء اللہ بیگ موجود تھے۔ بڑی سی میز پر تین ٹیلی فون رکھے تھے کچھ فائلز تھیں پیپر ویٹ اور پانی کے گلاس منرل واٹر کی بوتل' ٹشو کا ڈبہ پین بکس اور ایک گلدان تھا۔ عروہ میز کا جائزہ لے رہی تھی اور انٹرویو پینل کے اراکین عروہ کا جائزہ لے رہے تھے جس نے سیاہ رنگ کا عبایا پہن رکھا تھا اور گرے رنگ کا اسکارف اوڑھ رکھا تھا صرف اس کا چاندنی بکھیرتا خوب صورت چہرہ دکھائی دے رہا تھا وہ بھی میک اپ سے مبرا۔

"جی تو عروہ جمشید نام ہے آپ کا۔" درمیان میں بیٹھے کمپنی اونر احسن ریاض مخاطب ہوئے۔

"جی سر اور یہ میری فائل ہے۔" عروہ نے جواب دیتے ہوئے اپنی سی وی والی فائل ان کی جانب بڑھا دی۔

"اسے آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔" جواب آیا۔

"آپ دیکھیں گے نہیں۔"

"آپ کو دیکھ لیا ہے..... کافی ہے۔" احسن ریاض نے کہا۔

"جی.....!" عروہ نے حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

"آپ تشریف لے جاسکتی ہیں۔"

"لیکن سر! آپ نے میرا انٹرویو تو لیا ہی نہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" احسن ریاض نے جواب دیا۔

"ضرورت نہیں ہے تو آپ نے مجھے بلایا کیوں تھا؟"

"کیونکہ ہم نے آپ کو دیکھا نہیں تھا ہمیں اپنی ملٹی نیشنل کمپنی کے لیے سیکریٹری کنسلٹنٹ کی ضرورت ہے کسی دینی مدرسے کی معلمہ کی ضرورت نہیں ہے آپ نے اپنا حلیہ دیکھا ہے مس عروہ!" احسن ریاض نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت بے دردی سے کہا۔

"کیوں کیا خرابی ہے میرے حلیے میں؟" عروہ کو اپنی بے عزتی محسوس ہو رہی تھی بہت ضبط کر کے پوچھا تو منیجر اکرام بھٹی نے جواب دیا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے آپ تبلیغ کے لیے گھر سے نکلی ہیں' کوئی ملٹی نیشنل کمپنی جوائن کرنے کی آپ کی اہلیت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ کسی مذہبی جماعت یا مدرسے کو جوائن کرلیں۔"

"مشورے کا بہت بہت شکریہ۔" عروہ اپنی فائل اور شولڈر بیگ سنبھالتے ہوئے کھڑی ہوگئی اور ان تینوں کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور رہی بات اہلیت کی تو مسٹر ایکس وائی زیڈ! آپ نے اخبار میں اس جاب کے لیے جو اشتہار دیا تھا میری تعلیم اس پر پورا اترتی ہے جبھی میں یہاں انٹرویو دینے آئی تھی لیکن شاید آپ کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے آپ کو اپنا کام دھندہ چلانے کے لیے کسی اور ہی چیز کی ضرورت ہے۔ جو واقعی مجھ میں نہیں ہے۔"

"آپ نے باہر انٹرویو کے لیے آئی ہوئی لڑکیوں کو تو دیکھا ہے نا۔" اکرام بھٹی نے اس کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"میں نے دیکھا ہوا نہیں آپ لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ضرور اپنی آنکھیں سینک رہے ہیں اور شاید آپ کو ایسی ہی بے حجاب اور بے باک لڑکیوں کی ضرورت ہے جو آپ کے کلائنٹس کو ادائیں دکھا کر انہیں رجھا رجھا کر آپ کے بزنس میں اضافہ کرسکیں...... ہے نا۔ تو دیکھتے رہیے ان شاء اللہ سیدھے جہنم میں جائیں گے آپ لوگ اور وہاں آپ کا روسٹ بنے گا اور جہنمی اس پر لیموں نہیں سرکہ چھڑک کر کھائیں گے پھر آپ کو پتا لگے گا۔" عروہ نے تیز اور غصیلے لہجے میں کہا تو احسن ریاض نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ انہیں اس سے قطعاً یہ توقع نہ تھی کہ وہ اس طرح ان پر برس پڑے گی وہ تو اسے ایک سیدھی سادی اور ڈری ہوئی لڑکی سمجھا تھا۔

"آپ تشریف لے جاسکتی ہیں۔" شاہ اللہ بیگ نے کھڑے ہوکر تیز لہجے میں کہا۔

"جاب تو تمہارے بڑے بھی دیں گے بڈھے۔" عروہ نے دل میں کہا۔ عروہ غصے سے بھناتی ہوئی باہر نکلی تو لڑکیوں کو تجسس ہوا' اندر سے آتی ان کی آوازیں سن کر وہ دروازے کے قریب ہی آگئی تھیں۔

"کیا ہوا؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"جھگڑا ہوگیا؟" دوسری نے سوال کیا۔

"کیا پوچھا تھا؟" تیسری کی آواز سنائی دی۔

"کچھ نہیں ہوا بس ان کی شامت آتے آتے رہ گئی جانتے نہیں ہیں یہ سمجھتے ہیں بڑے کمپنی کے مالک۔" عروہ غصے سے لال ہوتی بولی۔

"سر! بہت غصے میں ہیں نا۔" ایک اور لڑکی نے پوچھا۔

"شکر کریں کہ میں اپنے اصل غصے میں نہیں آئی ورنہ سر جی کا سر ان کے دھڑ پر سلامت نہیں رہتا آج۔" عروہ نے تپے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"آپ لوگ جاسکتے ہیں انٹرویو اب پیر کو ہوگا آپ جب ہی آئیے گا۔" منیجر اکرام بھٹی نے آکر ان سب لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوئو...... " سب لڑکیوں کو مایوسی ہوئی اس اعلان سے ان کو افسوس ہو رہا تھا کہ اتنی تیاری کی' اتنا انتظار کیا اور اب انٹرویو کینسل ہوگیا پرسوں پھر آنا پڑے گا۔

"دیکھا ذرا سی بات پر کیسے بوکھلا گئے تینوں صاحبان! انٹرویو ہی کینسل کردیا' ڈر گئے ہوں گے کہ اگر عبایا میں نظر آنے والی سیدھی سادی لڑکی ان کو کھری کھری سنا سکتی ہے تو یہ ماڈرن لڑکیاں تو انہیں چٹکیوں میں اڑا دیں گی۔" عروہ دل ہی دل میں خود سے باتیں کرتی ہوئی گیٹ سے باہر آ گئی۔

تمام امیدواروں کی سی وی اور دیگر ضروری

دستاویزات کی فوٹو کاپی کی ایک ایک فائل آفس میں موجود تھی۔ احسن ریاض نے عروہ جمشید کی فائل نکال کر دیکھی اس کی تعلیمی اسناد کی نقل اور سی وی دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ واقعی اس جاب کی اہل تھی بلکہ اس سے اچھی جاب اسے آفر کی جاسکتی تھی۔ عروہ نے ایم بی اے اور ماسٹرز ان کمپیوٹر سائنس کیا تھا وہ بھی اچھی ڈویژن میں' کچھ شارٹ کورسز بھی کررکھے تھے' عمر 23 سال تھی۔

"ہوں...... واقعی وہ بہت سمجھ دار ہے۔" احسن نے زیرلب کہا اور اس کے غصے میں برسنے کی صورت حال یاد کرکے مسکرا دیا۔

❁......❁......❁

جمشید رضوی اور اسماء جمشید کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا' جمشید رضوی محکمہ انہار میں کلرک تھے۔ عروہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے دس سال بعد پیدا ہوئی تھی اور جمشید رضوی کی آنکھوں کا تارا اور دل کا چین تھی' جمشید رضوی اور اسماء نے عروہ کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکے کسی کی محتاج نہ ہو اسے لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ عروہ کے والد جمشید رضوی اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے اور اسماء اور عروہ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے۔ جمشید رضوی کے بھائیوں نے اس گھر پر جس میں وہ اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رہتے تھے اپنا حق جتا دیا اور اسماء کو گھر خالی کرنے کا حکم دیا۔ اسماء نے لاکھ منتیں کیں' ہاتھ جوڑے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بالآخر اسماء عروہ کو لے کر اپنے بھائی الیاس بیگ کے گھر آ گئیں ان کا بیٹا عرفان تھا جو تین سال پہلے دبئی گیا تھا وہاں جاکے شادی بھی کرلی تھی اور پلٹ کر گھر والوں کی خبر تک نہ لی تھی اس کے بعد سفینہ تھی اور سفینہ سے چھوٹی ثمینہ تھی اور اس سے ایک سال چھوٹی مونا تھی وہ دونوں کالج میں پڑھ رہی تھیں۔ پڑھائی کم تھی جبکہ فون پر چیٹنگ اور سہیلیوں سے گپ شپ ان کے گھر آنا جانا زیادہ تھا۔ الیاس بیگ کا جنرل اسٹور تھا جس سے بمشکل ہی گزارہ ہوتا تھا اور اسماء کے عروہ کے ساتھ آ جانے سے سلیمہ نے تو خوب ناک بھوں چڑھائی تھی لیکن الیاس بیگ نے گھر کا ایک کمرہ ان ماں بیٹی کو دے دیا تھا جہاں وہ اپنے گھر کا جتنا ضروری سامان لاسکتی تھیں لے آئیں باقی بیچ دیا۔ ان کے پاس زیادہ رقم بھی نہیں تھی کہ وہ سالوں بیٹھ کر کھاتی رہتیں۔ جمشید رضوی مرحوم کی پنشن کا آسرا تھا بس اس مہنگائی میں اسماء نے عروہ کی شادی کے لیے کچھ بستر' برتن خرید رکھے تھے اور زیور تو اپنی ہی شادی کا تھا جو کہ لگتا تھا کہ ان برے وقتوں میں بک جائے گا وہ عروہ کی تعلیم پر خرچ کرکے ہی مطمئن تھیں کہ جہیز سے اچھی تعلیم انہوں نے اپنی بیٹی کو دلوائی ہے۔ اسماء کے دل میں بہت ارمان تھے کہ ان کی بیٹی کی شادی کسی امیرزادے سے ہو ان کی عروہ بڑے گھر میں دلہن بن کر جائے۔ وہ خود ساری زندگی بڑے گھر کے خواب دیکھتی رہیں' بڑی گاڑی میں گھومنے کا سپنا' کبھی پورا نہ ہوسکا بس ایک معقول سی تنخواہ میں صرف گھر کے اخراجات' بجلی' گیس' ٹیلی فون کے بل ہی بمشکل پورے ہوتے تھے وہ بچت کرکے بھی تنگ آجاتیں۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ جمشید رضوی کو مہینے کے آخر میں کسی دوست یا عزیز سے ادھار رقم لینا پڑ جاتی' اسماء بعض دفعہ بہت بددل ہوکر کہتیں۔

"ہماری تو قسمت میں ہی نہیں ہے اچھا پہننا' اوڑھنا اوروں کی بیویوں کو دیکھا ہے کیسے سونے کی چوڑیاں چڑھائے پھرتی ہیں اور ایک میں ہوں یہاں کانچ کی چوڑیاں بھی نصیب نہیں ہیں۔"

"ارے تو کانچ کی چوڑیاں خریدنے سے کس نے منع کیا ہے۔ اری نیک بخت اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ اس نے ہمیں لاکھوں لوگوں سے اچھے حال میں رکھا ہے' ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے' تن پہ کپڑا ہے نہ سر پر اپنی چھت۔ یہ پانچ مرلے کا مکان ہمارے لیے پانچ کنال کے برابر ہے اس طرح ناشکری نہیں کرتے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ ہماری بیٹی کے نصیب میں وہ ساری آسائشیں اور خوشیاں لکھ دے جو ہمیں میسر نہیں ہیں۔" جمشید صاحب نرمی سے کہتے۔

"خالی خولی دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا دوا بھی کرنا پڑتی ہے' دنیا کے حساب سے چلنا پڑتا ہے دنیا کے طور طریقوں کو

اپنانا پڑتا ہے تب کہیں جاکے کچھ ملتا ہے آپ تو بس قناعت پسندی کا درس دیتے رہا کریں' کما جو نہیں سکتے لاکھوں۔" اسماء ان کی بات پر سلگ کر کہتیں مگر وہ ان کی باتوں کا برا نہیں مناتے تھے بہت تحمل اور نرمی سے انہیں سمجھاتے تھے۔

"اسماء بیگم! دنیا کے راستے پر چلنے سے صرف دنیا ہی ملتی ہے اور دین کے راستے پر چلنے سے دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں۔ ہمیں دنیا کے نہیں دین کے طور طریقوں کو اپنانا چاہیے جو ہمیں دنیا اور آخرت میں سرخرو رکھے' دنیا داری میں پڑ کر دین داری' ایمان داری کو بھول جانا تو ایسے ہی ہے جیسے ہم نے اپنا مسلمان ہونا بھلا دیا ہے۔"

"توبہ ہے آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے مولویوں کی طرح واعظ دینے لگتے ہیں۔" اسماء چڑ کر کہتیں اور وہ ہنسنے لگتے۔

اسماء کو اب ساری باتیں یاد آرہی تھیں اور وہ شوہر کی جدائی کے غم میں آنسو بہا رہی تھیں' جمشید رضوی نے ہمیشہ ان کا بہت خیال رکھا تھا وہ بہت اچھے شوہر تھے۔ بہت اچھے باپ تھے اور اپنے محکمے کے ایک ایمان دار اور محنتی ملازم تھے۔

"الیاس ہمارا اپنا کیا کم خرچ ہے جو آپ کی بہن اور بھانجی بھی یہاں آن بسی ہیں۔" اس دن سلیمہ اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں جب عروہ نے اتفاق سے ان کی باتیں سن لی وہ ابھی گھر آئی تھی۔

"سلیمہ تم جانتی ہو نا کہ اسماء کا میرے سوا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں۔" الیاس نے جواب دیا۔

"جن کا کوئی نہیں ہوتا ان کا خدا ہوتا ہے' خدا کی زمین بہت بڑی ہے یہ کہیں بھی جاسکتی ہے۔ بس آپ انہیں یہاں سے چلتا کریں۔" سلیمہ نے بے رخی سے کہا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو تم وہ بہن ہے میری اور صرف کھانا ہی تو کھا رہی ہیں وہ ماں بیٹی یہاں اور کون سے خرچے ہیں ان کے اور وہ کام میں بھی ہاتھ بٹاتی ہیں تمہارا کیا لیتی ہیں؟" الیاس بیگ نے تیز لہجے میں کہا۔

"آج نہیں لیتیں کل تو لیں گی ناں' کپڑے جوتے سب کچھ اور پھر عروہ کی شادی بھی آپ کے سر پڑ جائے گی کریں گے بھانجی کی شادی؟ ہونہہ اتنی اوقات اور حیثیت ہوتی تو اب تک کم از کم اپنی بڑی بیٹی کی شادی تو کر چکے ہوتے' تین تین بیٹیاں بیاہنی ہیں' سمجھ میں نہیں آتا کیسے ہوگا یہ سب؟" سلیمہ نے تلخی سے کہا۔

"اللہ مالک ہے سب ٹھیک ہو جائے گا' تم فکر نہ کرو اور رہی بات عروہ کی تو اس کی ڈگریاں بہت شاندار ہیں وہ جاب کے لیے کوشش کر رہی ہے' ان شاء اللہ اسے جلد ہی کوئی اچھی جاب مل جائے گی اور پھر وہ اپنا اور اپنی ماں کا خرچ خود اٹھانے قابل ہو جائے گی ہم پر بوجھ نہیں بنے گی' تم اس سلسلے میں ان کو پریشان مت کرنا۔" الیاس بیگ نے سنجیدگی سے سمجھایا تو بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

"ٹھیک ہے اللہ کرے اسے جلد نوکری مل جائے اور وہ تو ہے ہی اتنی حسین کہ کوئی بھی کمپنی اس کے حسن کو دیکھ کر ہی اسے ملازمت پر رکھ لے گی۔"

"تم بھی پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔" الیاس بیگ نے ان کی بات پر تاسف سے کہا۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے آج کل ہر انسان اپنی ہر خوبی کو کیش کرواتا ہے اور دوسرے کی خامی اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔" سلیمہ نے تیزی سے کہا۔

"تم عروہ کو نہیں جانتیں کیا وہ اس مزاج کی لڑکی نہیں اور وہ حجاب بھی کرتی ہے۔"

"پاگل ہے وہ تو میں سمجھاؤں گی اسے وہ تو بچی ہے جانے کیا پتا کہ دنیا کیسی ہے' کیا چاہتی ہے؟ یہاں کے کس طرح ڈیل کرنا ہے؟ بے وقوفوں اور بھولے بھالوں کے لیے یہ دنیا بازار ہے بسی کے سوا کچھ نہیں ہے یہاں غلام بن کر رہے تو ساری زندگی دوسروں کی غلامی کرتے ہی گزر جائے گی۔ حاکم بننا سیکھو پیسہ ہاتھ میں ہوگا تو سب تمہارے پیچھے ہوں گے لوگوں کو اپنا محتاج بناؤ خود ان کے دروازے کا بھکاری نہ بنو۔" سلیمہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا اسی وقت اسماء بھی لاؤنج میں آ گئیں تو سلیمہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ہاں بھابی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ہر انسان کو اپنی ہر خوبی اور دوسرے کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"بالکل شکر ہے تم تو میری بات سمجھ گئیں۔" سلیمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو اسماء نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"امی جگہ تو بہت اچھی تھی مگر جاب نہیں ملی۔" عروہ نے اپنی کیفیت کو دل کو قابو میں رکھتے ہوئے لاؤنج میں قدم رکھا' الیاس صاحب اب اٹھ کر جا چکے تھے۔

"ہائیں..... کیوں نہیں ملی جاب؟" سلیمہ نے تھوڑی پکڑ کر حیرت سے پوچھا۔

"احسن ریاض نے میرا انٹرویو ہی نہیں لیا' ان لوگوں کو کوئی فیشن ایبل ماڈرن اور بولڈ لڑکی چاہیے' مجھے تو عبایا میں دیکھتے ہی موصوف نے ریجیکٹ کر دیا۔ بڑا آیا کمپنی کا مالک بدتمیز' بے حیا کہیں کا ماڈرن لڑکیاں تو وہاں بہت تھیں میرا تو ایسا جھگڑا ہوا اس احسن ریاض اینڈ کمپنی سے کہ انہوں نے سب کے انٹرویو کینسل کر دیئے اب پرسوں دوبارہ وہ لڑکیاں پارلر کا خرچہ کر کے انٹرویو دینے اپنی قسمت آزمانے جائیں گی۔" عروہ نے صوفے پر بیٹھ کر ساری روداد سناتے ہوئے کہا تو سلیمہ اور اسماء نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسماء کہنے لگیں۔

"تو تم بھی وہاں دوبارہ جاؤ گی۔"

"امی! دل تو چاہ رہا ہے کہ احسن ریاض کی کمپنی میں یہ جاب لے کر دکھاؤں اسے پر کیسے؟"

"میں بتاتی ہوں کیسے؟" سلیمہ نے کہا تو وہ ان کو دیکھنے لگی۔

"سفینہ! تمہارا ایسا میک اپ کرے گی کہ تم خود حیران رہ جاؤ گی اور احسن ریاض تمہیں پہچان ہی نہیں سکے گا۔"

"لیکن میرے نام سے تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے۔"

"ارے میری بھولی بچی! جب حسن کی روشنی ان کی آنکھوں کو خیرہ کرے گی تو وہ نام وام سب بھول جائیں گے۔" سلیمہ نے مسکراتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ اس احسن کی عمر کتنی ہوگی؟" سلیمہ نے پوچھا۔

"عمر..... تیس بتیس سال ہوگی۔" عروہ نے اندازہ لگاتے ہوئے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے تمہارا کام بن سکتا ہے۔" سلیمہ نے خوش ہو کر کہا۔

"کیسا کام؟" وہ سمجھ کر بھی انجان بنی تھی۔ وہ ان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ ان کی باتیں سن چکی ہے۔

"بیٹا نوکری کا تمہیں وہاں جاب نہیں کرنی کیا؟"

"لیکن امی! انہوں نے مجھے ریجیکٹ کر دیا۔"

"کیوں ریجیکٹ کیا اس کی وجہ بھی تم جانتی ہو؟"

"جی۔" اس نے عبایا اتارتے ہوئے کہا۔

"تو بس تم اس وجہ کو دور کردو۔" اسماء نے کہا۔

"امی! میں حجاب چھوڑ دوں۔" وہ حیران ہوئی۔

"بیٹا پردہ تو تمہاری عقل پر پڑا ہے تم نے سنا تو ہوگا نا کہ کھاؤ من بھاتا اور پہنو جگ بھاتا' تمہیں بھی ویسا لباس پہننا چاہیے جیسا آج کل فیشن میں ہے' اپنی اس سادگی کا نتیجہ تم نے آج دیکھ ہی لیا ہے تمہیں انہوں نے دیکھتے ہی رد کر دیا' تمہاری تعلیمی قابلیت' ذہانت اور یہ ڈگریاں دیکھنا تک پسند نہیں کیں اور تم ان کی فضول گوئی سن کر ان سے جھگڑا کر آئیں تو سوچو اور کون دے گا تمہیں ملازمت؟" اسماء نے اسے نہایت سنجیدگی سے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

"پر امی میں ان لڑکیوں جیسی نہیں بن سکتی' ملازمت کے لیے اپنی آن' عزت داؤ پر نہیں لگا سکتی۔" وہ مچل کر بولی۔

"لو اور سنو ارے عزت داؤ پر لگانے کو کون کہہ رہا ہے' ہم تو یہ سمجھا رہے ہیں کہ موقع کو گنواؤ مت فائدہ اٹھاؤ' اپنے حسن و جمال کا' اپنی قابلیت کا دو چار دن تانک کرنا پڑے گا پھر خود ہی عادت ہو جائے گی۔" اسماء نے زچ ہو کر کہا تو سلیمہ کہنے لگیں۔

"اف توبہ ہے آپ دونوں کیسی باتیں کر رہی ہیں۔" عروہ نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"سمجھاؤ اسے گولڈن چانس ہے اس سے فائدہ اٹھائے جیسی اس کمپنی کی ڈیمانڈ ہے ویسی بن کر وہاں جائے۔"

حلیمہ نے اسماء کو دیکھتے ہوئے کہا تو اسماء نے سر ہلا دیا۔

❁.....❁.....❁

عروہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی نیند آنکھوں سے دور نجانے کہاں بھٹک رہی تھی؟ اسے حلیمہ مامی کی باتوں نے دکھ دیا تھا لیکن اپنی ماں کا بھی مامی کی باتوں سے متفق ہونا اسے اندر سے توڑ گیا تھا۔ کیا غربت اور بے گھری اتنا بڑا عذاب تھا کہ اس کے لیے سگے رشتے' خون کے رشتے' ماں جیسا رشتہ اپنی بیٹی کو اپنے حسن کی قیمت لگوانے پر مجبور کردے؟ یہ تو وہ سمجھ گئی تھی کہ مامی ان ماں بیٹی کو زیادہ دن ہنا پیسے کے برداشت نہیں کریں گی اور ابا کی پینشن میں فی الحال تو وہ گزارہ کررہی تھیں لیکن اگر انہیں یہ گھر بھی چھوڑنا پڑا تو وہ کہاں جائیں گی؟ اکیلی عورت کے لیے تو اس معاشرے میں کہیں کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

"ہم ماموں مامی کا احسان کب تک اٹھائیں گے؟ مامی تو ہمیں یہاں زیادہ دن نہیں ٹکنے دیں گی اگر میری جاب نہ لگی تو ہمیں بے عزت کرکے اس گھر سے نکال دیں گی اور ہمارا یہ واحد خون کا رشتہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ تایا اور چاچا نے تو ابا کے مرتے ہی ہم سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا اگر یہ رشتہ بھی نہ رہا تو امی اور میں اس دنیا میں اکیلے رہ جائیں گی۔ شکر ہے میں امی اور ابا کی اکلوتی اولاد ہوں اگر چار پانچ بچے ہوتے تو مامی نے تو ہمیں دو دن میں یہاں سے باہر نکال دینا تھا۔" عروہ نے دل میں سوچا اور بے چینی کے عالم میں اٹھ کر باہر صحن میں چلی آئی اور تپائی پر رکھے واٹر کولر میں سے گلاس بھر کے وہیں بیٹھ کر پینے لگی۔

"عروہ کیا ہوا بیٹا؟" اسماء بھی سوئی نہیں تھیں اس کی بے چینی دیکھ رہی تھیں وہ باہر آئی تو خود بھی پیچھے آگئیں۔

"کچھ نہیں امی! پیاس لگ رہی تھی۔" وہ خالی گلاس تپائی پر رکھتے ہوئے بولی۔

"نیند نہیں آرہی نا' میں دیکھ رہی ہوں تم کچھ اپ سیٹ ہو۔" اسماء نے پیار سے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ ان کے شفیق چہرے کو دیکھنے لگی۔

"امی ہم ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتے نا۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا تو گہرا سانس لے کر بولیں۔

"ہاں ہمیں ہمیشہ یہاں کون رہنے دے گا بھلا؟ یہ گھر ہمارا تھوڑی ہے۔"

"تو امی! پھر ہم کہاں جائیں گے؟"

"پتا نہیں بیٹا! میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم پر یہ وقت بھی آئے گا کہ ہم اوروں کے در پہ آ پڑیں گے۔ میں نے تو بہت بڑے گھر کے خواب دیکھے تھے ہر وقت بڑا گھر' بڑی گاڑی اور ڈھیروں دولت کی تمنا کرتی تھی اور تمہارے ابو مجھے سمجھاتے تھے کہ قناعت پسندی اختیار کرو جو مل رہا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو مگر میں ناشکری ہی رہی شاید اسی لیے اللہ نے مجھ سے وہ چھوٹا گھر بھی واپس لے لیا' یہ سزا ہے میری ناشکری کی۔" اسماء نے بھیگی آواز میں کہا تو عروہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں تسلی دینے لگی۔

"امی! آپ ایسا مت سوچیں ان شاء اللہ سب اچھا ہوگا۔"

"کیسے ہوگا اچھا' کون کرے گا اچھا؟ ہر وقت قناعت کا درس دینے والے خود تو ملک عدم سدھار گئے اور ہمیں یوں بے گھر' بے در کرکے رکھ دیا' بڑا گھر تو کیا بناتے وہ ہمارے لیے وہ گھر بھی گیا۔"

"امی پلیز ابا کے بارے میں ایسے تو مت کہیں وہ اس دنیا میں نہیں ہیں' مرنے والوں کو اچھے لفظوں میں یاد کرنا چاہیے۔ ابا نے کیا نہیں کیا ہمارے لیے میرے لیے انہوں نے وہ سب کیا جو ایک باپ کو کرنا چاہیے اعلیٰ تعلیم دلوائی' اتنی شاندار ڈگریاں دلوائیں۔" عروہ نے تڑپ کر کہا وہ اپنے ابا سے بے حد محبت کرتی تھی' ماں کو ان کے بارے میں منفی بات کہتے سن کر اسے دلی صدمہ ہورہا تھا۔

"تو تم نے کیا کیا ان ڈگریوں کا؟" اسماء نے تلخی سے کہا۔ "اتنی شاندار اور اعلیٰ تعلیم دلوائی اور تم نے ضائع کردی' ہزاروں روپے تمہاری تعلیم پر خرچ ہوئے' ہزاروں بھی کیوں لاکھوں کہو اور تمہیں کمپیوٹر خرید کے دیا' تم نے ان ڈگریوں کو بھی محتاج بنادیا' کوئی ڈھنگ کی نوکری ڈھونڈلی ہوتی تو ہمیں یہاں سے نکالے جانے کا بے

گھری کا خوف تو نہ ہوتا۔"

"امی میں جاب ڈھونڈ تو رہی ہوں ہر جگہ لوگ سر سے پاؤں تک گھورتے ہیں اب میں ایسے بدنیت اور بدنظر لوگوں کے سامنے بے پردہ تو نہیں ہوسکتی نا۔" عروہ نے بھیگی آواز میں کہا آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کے بہہ نکلے تھے۔

"بس تو پھر بیٹھی رہو اپنی ڈگریاں لے کر کل کو جب اس گھر سے ہمیں نکالا جائے گا تو بچالینا اپنا پردہ رکھ لینا اپنی لاج۔" اسماء نے نہایت غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم احسن ریاض کی کمپنی میں پھر سے انٹرویو دینے جاؤ اور ویسے ہی بن سنور کر جاؤ جیسے وہاں دوسری لڑکیاں آئی تھیں اور اپنے حسن کے بل پر یہ جاب حاصل کرکے آؤ جیسے آج اس نے تمہیں دیکھے بنا انٹرویو لیے تمہیں ری جیکٹ کردیا ہے اسی طرح پرسوں وہ تمہیں دیکھ کر بنا انٹرویو کے تمہیں سلیکٹ کرلے۔"

"مگر امی......" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اسماء نے سنا نہیں۔

"اگر مگر کچھ نہیں یہ میرا حکم ہے سمجھیں تم۔" اسماء نے اسی لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا اور کمرے میں چلی گئیں اور وہ وہیں بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

❁......❁......❁

"ماں کل مجھے انٹرویو کے لیے جانا ہے آپ سفینہ سے کہیں کہ میرا میک اپ کردے۔" صبح ناشتے کی میز پر عروہ نے سلیمہ سے کہا تو انہوں نے خوش گوار حیرت سے پہلے اسے پھر اسماء کو دیکھا تو وہ بھی مسکرادیں۔ سلیمہ نے عروہ کو دیکھتے ہوئے دلار سے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور کرے گی وہ تم دیکھنا اس جیسی اور نوکریاں بھی تمہارے قدموں میں ہوں گی ماشاء اللہ تمہیں تو اللہ نے حسن ہی اتنا دیا ہے اس کی کشش سے یہ جاب کھنچی ہوئی تمہاری جھولی میں آ گرے گی۔"

"ان شاء اللہ۔" اسماء اور الیاس نے ایک ساتھ کہا تو وہ بمشکل مسکرائی اور نظریں جھکا کر بے دلی سے ناشتا کرنے لگی۔

"عروہ! اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے تم تو پہچانی نہیں جارہیں۔" سونا نے عروہ کو تیار ہونے کے بعد دیکھا تو حیرت سے ستائشی لہجے میں بولی وہ مسکرادی۔

"بھئی کزن یہ قیامت کس پر ٹوٹنے جارہی ہے؟" نگینہ نے بھی اسے سرتاپا دیکھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔ اسماء اور سلیمہ ہنس رہی تھیں۔

"دعا کرو یہ قیامت جس پر ٹوٹے وہ خود ٹوٹ کر عروہ کے قدموں میں ڈھیر ہوجائے۔" سفینہ نے کہا تو سب ہنس دیں سوائے عروہ کے اس کا دل رو رہا تھا وہ یوں بے حجاب بج سنور کر ایک غیر مرد کو رجھانے جارہی تھی یہ خیال ہی اسے خود سے نفرت کرنے پر مجبور کررہا تھا۔

عروہ نے سیاہ نیٹ جارجٹ کا جدید ڈیزائن والا سوٹ زیب تن کیا تھا۔ تنگ پاجامہ اور لمبا سی فراک جس پر سلور رنگ کا کام جھلمل کررہا تھا۔ نازک سا سلور کلر کا لاکٹ سیٹ پہنا تھا' سلور اور سیاہ بڑی سی جڑاؤ انگوٹھیاں سلور بریسلیٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑ کر مزید فسوں خیز بنائے شاندار میک اپ اور پرفیوم سے مہکتی' سیاہ اسٹریپ والی جوتی پہنے وہ اپسرا لگ رہی تھی۔

احسن ریاض کی کمپنی کا بزنس کئی ممالک میں تھا' وہ کامیاب بزنس مین تھا۔ اکتیس برس کا ہونے والا تھا مگر اب تک کنوارہ تھا' بزنس میں اتنا مگن تھا کہ شادی کی فرصت تھی نہ کوئی مخلص لڑکی ملی تھی جسے وہ اپنا شریک زندگی بنالیتا جو بھی ملتی اس کی دولت کے لالچ میں ملتی اور احسن ریاض کو سچا اور خالص رشتہ چاہیے تھا جھوٹ اور فریب سے اسے سخت نفرت تھی۔

عروہ گھر سے بڑی سی چادر اوڑھ کر نکلی تھی الیاس بیگ اپنی بائیک پر اسے چھوڑنے جانا چاہتے تھے مگر سلیمہ نے منع کردیا اور رکشے میں جانے کا کہا وہ تو عروہ کو رکشے میں بٹھا کر مطلوبہ جگہ چھوڑ آئے تھے۔ عروہ جو اس جگہ دو دن پہلے بڑے دھڑلے سے اعتماد کے ساتھ آئی تھی آج اس کے قدم من من بھر کے ہورہے تھے اور اس کی ٹانگیں بھی کانپ رہی تھیں اس

نے آیۃ الکرسی پڑھ کے خود پر پھونکا اور ویٹنگ روم میں آ کر چادر اتاری تو ہر نظر اس پر اٹھی۔

"اوہو..... آج تو نیا مال بھی آیا ہے۔" چپڑاسی نے اسے دیکھ کر دانت نکالتے ہوئے جملہ کسا تو عروہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"اُف یہ مجبوری' یہ مفلسی بھی انسان سے کیا کام کرواتی ہے' یا اللہ میری مدد فرما۔" عروہ نے دل میں کہا اور اتنے میں چپڑاسی نے اسے مخاطب کیا۔

"میڈم! آپ انٹرویو کے لیے جائیے۔"

"اوکے تھینکس۔" عروہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا اور اپنی فائل اٹھا کر آفس میں داخل ہوگئی۔

"ہیلو سر!" عروہ نے مسکراتے ہوئے احسن ریاض کو دیکھا اس کے ساتھ آج صرف منیجر اکرام بھٹی موجود تھا۔

"ہیلو مس انعم! پلیز سِٹ۔" احسن ریاض نے اسے انعم کے نام سے مخاطب کیا وہ سمجھ گئی کہ وہ اسے پہچان نہیں پایا۔

"تھینک یو سر!" عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر میرا خیال ہے انہیں رکھ لیتے ہیں۔" اکرام بھٹی نے آہستہ سے احسن کے کان میں کہا' عروہ کو سنائی تو دے گئی اس کی بات وہ دل ہی دل میں اسے صلوٰۃ سنا رہی تھی۔

"ہوں....."

"جی مس آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟" احسن ریاض بھی اسے پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اکرام بھٹی کی بات سن کر اس سے مخاطب ہوا۔

"ایم بی اے اینڈ ماسٹرز ان کمپیوٹر سائنس۔"

"گڈ تو آپ کیا کچھ کر سکتی ہیں؟"

"سبھی کچھ اگر آپ کرنے کا موقع دیں گے تو۔"

"بہت اعتماد ہے خود پر آپ کو۔" احسن ریاض نے اس کے جواب سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"اعتماد نہ ہوتا تو یہاں تک نہ پہنچتی۔" عروہ نے اپنے لہجے کو بہت ہی نرم اور دلکش بناتے ہوئے کہا۔

"آپ کتنی سیلری ایکسپیکٹ کر رہی ہیں؟"

"جتنا بڑا آپ کا دل ہے اتنی۔" عروہ نے احسن ریاض کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا تو احسن ریاض جیسا آدمی بھی شپٹا گیا' دل ایک لمحے کو تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا۔

"گڈ! ٹھیک ہے ہم آپ کو یہ جاب دے رہے ہیں۔" احسن ریاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا۔

"تھینک یو سر! تھینک یو سو مچ۔" عروہ نے خوشی سے کھلتے چہرے کے ساتھ کہا۔

"ہاں یاسر! باقی امیدواروں کو واپس بھیج دو' معذرت کے ساتھ سلیکشن ہوگئی ہے۔"

"آپ کل سے ہی جوائن کر سکتی ہیں' ہم فی الحال آپ کو 35 ہزار ماہانہ دیں گے اور ساتھ میں پک اینڈ ڈراپ اور میڈیکل فری۔" احسن ریاض نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ..... تھینک یو سر۔" عروہ نے پُرجوش لہجے میں کہا' وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"اکرام صاحب! آپ ان کا اپائنمنٹ لیٹر تیار کروا دیں اور ایڈوانس رقم بھی بھجوا دیں ابھی۔" احسن نے اکرام بھٹی سے کہا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عروہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مبارک ہو مس انعم!"

"انعم! نو سر مس جمشید..... مس عروہ جمشید۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی تو وہ دونوں دنگ رہ گئے۔

"وہاٹ.....؟" احسن ریاض نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ وہی عبایا اور اسکارف میں ملبوس ڈھکی چھپی لڑکی عروہ جمشید ہوگی جو پرسوں اس کے آفس میں ہنگامہ کر کے گئی تھی۔

"جی سر! میں ہی عروہ جمشید' آپ کو میرے حلیے پر اعتراض تھا نا تو سر اب تو میرا حلیہ درست ہے نا۔ دیکھئے پرسوں بھی آپ نے میری قابلیت نہیں دیکھی تھی' میرا ظاہر دیکھا تھا اور آج بھی ایسا ہی ہوا ہے۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو آپ نے محض اس جاب کے لیے یہ سب کیا ہے؟"

"جی سر! جاب میری مجبوری ہے لیکن آپ جیسے بڑے

اور بااختیار لوگ بھی شاید صورت دیکھتے ہیں قابلیت نہیں اور پتا نہیں کتنی معصوم و مجبور لڑکیوں کو اپنے مزاج اور اپنی ڈگر سے ہٹ کر کچھ کرنے پر آمادہ کرلیتے ہیں۔ میں اپنی ماں کو بے گھر ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی سر! اس لیے بے پردہ ہوگئی مگر یہ مت سمجھئے گا کہ میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوجاؤں گی۔" عروہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا احسن ریاض شرمندہ سا ہوگیا کہ اس کی وجہ سے یہ لڑکی اپنا آپ اس حد تک بدلنے پر مجبور ہوگئی تھی کہ وہ خود بھی اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

"مس عروہ! ہماری ڈیلنگز اور میٹنگز غیر ملکی وفود اور کمپنیز سے رہتی ہیں اس لیے ہمیں ایسی سیکریٹری کم کنسلٹنٹ کی ضرورت تھی جو ان کو اکورڈ نہ لگے۔" اکرام بھٹی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"سر! اس میں اکورڈ لگنے والی تو کوئی بات نہیں تھی ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہیں ہمیں فارنرز کے سامنے اپنے کلچر اپنی روایات اپنے لباس کو پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی جان سکیں کہ یہ لباس پاکستانیوں کی پہچان ہے۔ یہ اسلامی ملک کی عورت ہے مگر نہ جی ہم آدھے تیتر آدھے بٹیر بن گئے ہیں اپنی پہچان اپنے آپ ہی مٹائے جارہے ہیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا احسن ریاض خاموشی سے بس اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔ عروہ نے اس کی محویت دیکھی تو شپٹا کر بولی۔

"آئی ایم سوری سر! میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔"

"نہیں آپ بہت اچھا بولتی ہیں اور بہت سچا بھی مجھے سچے لوگ اچھے لگتے ہیں امید ہے آپ پوری سچائی سے کام کریں گی۔"

"ان شاء اللہ سر!" احسن ریاض کی بات سن کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اکرام بھٹی اس کا تعیناتی لیٹر تیار کرانے چلا گیا۔

"یہ کچھ رقم ہے آپ رکھ لیجیے۔" احسن نے رقم کا خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کس لیے سر؟" عروہ نے لفافہ پکڑ لیا۔

"آپ اپنے لیے شاپنگ کرلیجیے گا کپڑے جوتے اور جو بھی آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جیسی آپ کی جاب ہے آپ کی ڈریسنگ بھی ویسی ہی شاندار ہونی چاہیے۔ آپ بہت ماڈرن نہ لگیں مگر معقول لگیں مشرقی اور مغربی جو بھی ڈریسنگ کریں متوازن ہونی چاہیے۔ نمائش نہیں ہونی چاہیے کہ ہر شخص رک رک کر اور نظر بھر کر دیکھے۔" احسن نے اس کے نیٹ سے جھانکتے بازوؤں کو دیکھتے ہوئے کہا بلاشبہ وہ اپنے حسن پیکراں سے احسن جیسے مضبوط اعصاب کے مالک کو بھی آہستہ آہستہ توڑ رہی تھی۔

"سر! ابھی تو میں بھی کہتی ہوں تھینک یو سر تھینک یو سو مچ اب میں جاؤں سر!" وہ مسکراتے پُرجوش لہجے میں بولی۔

"جی جاتے ہوئے اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر لیتی جائیے گا۔"

"اوکے سر تھینکس اگین۔" عروہ مسکراتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں بولی اور جانے لگی تو دروازے تک جاکر رک گئی احسن جو اس کی پشت پر پھیلے سیاہ بالوں کے جنگل میں گم تھا چونک اٹھا۔

"مائی گاڈ! یہ لڑکی تھی یا کوئی ساحرہ پرسوں کس روپ میں آئی تھی اور آج کیا روپ دکھا رہی تھی اس دن دماغ ہلا گئی اور آج دل ہلا گئی ہے تو احسن ریاض تم تو اپنی خیر مناؤ یہ لڑکی بہت جلد تمہیں چاروں شانے چت کردے گی اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے کیونکہ کچھ تو ہے اس عروہ جمشید میں جو وہ یوں اپنا آپ منوا گئی۔" احسن ریاض نے زیر لب کہا اور اٹھ کر گلاس ونڈو سے باہر دیکھنے لگا جہاں عروہ سر سے پاؤں تک خود کو چادر میں چھپائے جارہی تھی وہ اس کے شولڈر بیگ اور فائل سے اسے پہچان گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے وہ سچ بول رہی تھی اس نے اس جاب کی وجہ سے خود کو اتنا سجایا سنوارا تھا او گاڈ! تف ہے تم پر احسن ریاض تم نے ایک لڑکی کو اتنا مجبور کردیا میں بھی کیا کرتا اپنے حلقہ احباب میں ماڈرن اور بے باک لڑکیاں ہی دیکھی ہیں آج تک ایسی پُرحجاب لڑکی سے میرا بھی واسطہ ہی نہیں پڑا تو میں نے تو بکواس کرنی ہی تھی نا۔" احسن نے خود کو کوستے ہوئے خود ہی صفائی بھی پیش کی۔

عروہ نے گھر جاتے ہوئے بازار سے مٹھائی اور پیزا

خرید لیا اور احسن کے دیے ہوئے پیسوں سے اپنے لیے چار مناسب قیمت کے سوٹ خریدے ہینڈ بیگ اور تین عدد جوتے خرید لیے اور گھر پہنچی تو سب اسے شاپنگ بیگز سے لدا دیکھ کر خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو گئے۔

"عروہ بیٹی! نوکری مل گئی کیا؟" اسماء نے پوچھا۔

"امی نوکری بھی مل گئی اور ایڈوانس رقم بھی جس سے میں یہ شاپنگ کر کے آئی ہوں اپنے لیے۔"

"ارے واہ واہ مبارک ہو عروہ! دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ تم ذرا سٹور کے جاؤ اپنے حسن کی قدر و قیمت پہچانو تو بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔" سلیمہ نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ مامی! یہ مٹھائی اور پیزا سب کے لیے۔"

"ماشاء اللہ جیتی رہو اے نگینہ جا..... جا کے سب کے لیے چائے بنا لے سب مل کر مٹھائی اور پیزا کے ساتھ چائے کا مزا لیں گے۔" سلیمہ نے مٹھائی اور پیزا کے پیک اس سے لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا امی!" نگینہ خوشی خوشی کچن کی طرف دوڑی۔ بہت عرصہ بعد مٹھائی اور پیزا کی شکل دیکھی تھی اس کے تو منہ میں پانی بھر آیا تھا۔

"بیٹا! تنخواہ کتنی ہے؟" اسماء نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"35 ہزار۔"

"تین بچی....." سلیمہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"جی مامی اور میڈیکل الاؤنس اور پک اینڈ ڈراپ بھی۔" عروہ نے مزید بتایا تو ان دونوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

"ارے ماشاء اللہ ماشاء اللہ..... اسماء تمہیں بھی بہت بہت مبارک ہو۔" سلیمہ نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر مبارک بھابی! اللہ کا شکر ہے اس کی تعلیم کام آ گئی ورنہ خالی حسن پر تو اتنی اچھی جاب نہیں ملنی تھی۔"

"حسن دیکھ کر ہی تعلیم تک نظر گئی ہے بس عروہ بیٹی اب دل لگا کر کام کرنا اور اپنے حسنِ اخلاق سے بھی احسن ریاض کو اپنی مٹھی میں کر لینا وہ تمہاری مٹھی میں آ گیا تو سب آسان ہو جائے گا یوں سمجھو کے پھر کمپنی بھی تمہاری ہو گی اور کمپنی کا مالک بھی۔" سلیمہ نے اسے رازدارانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھی نہیں مامی!" عروہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ اسماء سے کہنے لگیں۔

"اسماء! کچھ تم بھی عروہ کو عقل دو میں ہی بتاؤں کہ اب اسے وہاں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں عروہ! تمہاری مامی ٹھیک کہہ رہی ہیں تم احسن ریاض کو اپنی مٹھی میں کرنے کی کرو اور مجھے یقین ہے کہ تم یہ آسانی سے کر لو گی کیونکہ تمہارے حسن نے آج تمہیں یہ جاب دلوائی ہے تو احسن ریاض کا دل جیتنا کیا مشکل ہے کمپنی میں جگہ بن ہی گئی ہے اب کمپنی اونر کے دل میں جگہ بناؤ پھر دیکھنا ہمارے بھی دن پھر جائیں گے۔" اسماء نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بہت دکھ اور بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی۔ اسے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ یہ اس کی ماں اسے کیسا سبق پڑھا رہی تھی؟ یہ اسے کون سا راستہ دکھا رہی تھی وہ کوئی بازاری عورت تھی جو احسن ریاض کو اپنی اداؤں سے اپنی مٹھی میں کر لیتی؟ اسے اپنی ماں اور مامی دونوں کی سوچ پر دلی افسوس ہو رہا تھا۔

"مگر امی! یہ تو غلط ہے۔" عروہ آہستہ سے بولی۔

"غلط یہ ہے کہ آپ کو موقع ملے اور آپ اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ جس چیز میں آپ کا فائدہ ہو وہ غلط نہیں ہوتی۔" اسماء نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

"لیجیے چائے مٹھائی اور پیزا۔" نگینہ ٹرے میں چائے کے کپ اور پلیٹیں سجا کر آ گئی۔

"مونا! اپنے ابو کو بھی بلا لو آ کے منہ میٹھا کر لیں ان کی بھانجی کو اتنی شاندار نوکری ملی ہے۔" سلیمہ نے مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں نے فون کر دیا تھا ابو آتے ہی ہوں گے لیجیے آ گئے۔" مونا نے مسکراتے ہوئے بتایا الیاس بیگ اسی وقت گھر میں داخل ہوئے اور پھر سب نے مٹھائی اور پیزا صاف کر دیا لیکن عروہ بجھی بجھی سی تھی۔

❁......❁......❁

عروہ کو اپنی تمام تر بے دلی کے باوجود خود کو احسن ریاض کے ہاں ملازمت کے لیے جانے پر تیار کرنا پڑا۔ گھر کی چھت اپنی نہیں تھی لہٰذا کچھ عرصہ تو اسے حکم کا غلام بننا ہی تھا وہ جو خود کو سر سے پاؤں تک چھپا کر گھر سے نکلی تھی اب صرف چادر اوڑھ کر کمپنی کی بس میں بیٹھ کر آفس پہنچی تھی اور آفس پہنچ کر اس نے چادر اتار دی تھی۔

تنگ پاجامہ اور اس پر آج کل کے فیشن کے مطابق لمبا سا فراک زیب تن کیا تھا سرخ اور بیچ کلر کے دلکش ڈیزائننگ اور کام کے ساتھ یہ لباس عروہ کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔ بال اس نے ہیئر کیچ میں مقید کر رکھے تھے بالوں کی دو لٹیں دائیں بائیں اس کے رخساروں کو چوم رہی تھیں۔ مناسب میک اپ میچنگ جیولری ہائی ہیل پہنے وہ دیکھنے والوں کے دل کی دھڑکنوں میں طلاطم بپا کر رہی تھی۔

منیجر اکرام بھٹی نے اسے اس کا آفس دکھا دیا جو احسن ریاض کے آفس کے برابر میں ہی تھا اور سینٹر میں گلاس ونڈو بھی تھی گویا اس کی نظریں ہر وقت اس پر چوکیدار کی طرح لگی رہیں گی۔ اس خیال سے ہی اسے کوفت ہونے لگی ونڈو کی سائیڈ پر پردہ لگا تھا مگر اس کو کور کرنے کا حکم نہیں تھا یہ اسے اکرام بھٹی نے بتایا تو اس نے فوراً پوچھا۔

"کیوں سر؟"

"پہلے پہلے جو محترمہ یہاں کام کر رہی تھیں وہ کام کم کرتی تھیں اور موبائل فون سے اپنے رشتے داروں اور دوستوں سے گپ شپ زیادہ کرتی تھیں۔ اسی لیے احسن صاحب نے اس کی چھٹی کر دی اور آفس میں ونڈو سے کرٹن ہٹوا دیا۔" اکرام بھٹی نے بتایا۔

"اوکے۔" عروہ نے کہا۔

"آیئے میں آپ کو باقی اسٹاف سے ملوا دوں اور آپ کو آپ کا کام بھی سمجھا دوں۔"

"جی ضرور۔" عروہ اس کے ساتھ ہولی اسٹاف سے تعارف کے بعد اسے احسن ریاض نے اپنے آفس میں بلا لیا۔

"سے آئی کم ان سر؟" عروہ نے آفس کا دروازہ کھول کر احسن کو دیکھتے ہوئے اجازت چاہی۔

"یا آل ریڈی ان مس جمشید۔" احسن کا جواب معنی خیز تھا وہ پُر اعتماد نظر آنے کی بھرپور اداکاری کرتی مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام! منیجر نے آپ کو آپ کے کام کے حوالے سے بریف تو کر دیا ہوگا؟"

"جی سر۔" عروہ مسکرائی۔

"اینی پرابلم۔" احسن نے اس کی سیاہ نرگسی آنکھوں میں دیکھا تو عروہ چند سیکنڈ اس کی وجیہہ صورت کو تکتی رہی پھر پلکیں جھپک کر بولی۔

"نو سر۔"

احسن تو اس کے دیکھنے کے انداز پر ہی گھائل ہو گیا تھا اور وہ اسے تکے جا رہا تھا۔ عروہ نے کب مردوں کو ایسی بے باک نظریں اپنی جانب اٹھتی دیکھی تھیں اب دیکھ رہی تھی محسوس کر رہی تھی اور برداشت کر رہی تھی۔

"اوکے سر اب میں جاؤں؟"

"اب آپ کہیں نہیں جائیں گی۔" احسن کی زبان پھسلی۔

"جی......" عروہ نے حیرانگی سے کہا اور دل میں سوچا۔

"یہ تو پہلے ہی لٹو ہو گیا ہے میں اسے کیا رجھاؤں گی؟"

"میرا مطلب ہے ابھی آپ میرے ساتھ کانفرنس روم میں چلیے۔ وہاں میٹنگ ہے آپ کو بھی اس میٹنگ میں موجود ہونا چاہیے ہمارے مستقل کلائنٹ جے ایس خان اور فارنر پارٹنر مسٹر رابرٹ سے یہ میٹنگ ہے ان سے آپ کا تعارف بھی ہو جائے گا اور آپ کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ بزنس میٹنگز کس طرح ہوتی ہیں۔" احسن نے سنجیدگی سے جواب دیا تو عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر چلیے۔"

"آیئے۔" احسن اپنی چیئر سے اٹھتے ہوئے بولا اور اس کے برابر سے گزرا تو ہیلوک کی مسحور کن خوشبو اس کی سانسوں

میں اتر گئی تھی وہ مسحور سا اس کے ساتھ چلتا کانفرنس روم میں آیا۔ میٹنگ کے اختتام پر جے ایس خان نے عروہ کو براہِ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ احسن صاحب کا بزنس بہت ترقی کرنے والا ہے ان کے قدم زمین پر نہیں ٹکیں گے اور آپ ہواؤں میں اڑیں گی کمپنی آسمان کو چھولے گی اگر آپ نے اس کمپنی کو تھامے رکھا۔"

"ان شاء اللہ۔" عروہ نے اس کی نظروں اور لفظوں کی بے باکی کو نظر انداز کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یہ مسکراہٹ کروڑوں کما کے دے گی آپ کو۔" جے ایس خان نے اس کی مسکراہٹ دیکھ کر رائے دی۔

"جی سر! ایکسکیوزمی پلیز۔" عروہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور فائل اٹھا کر کانفرنس روم سے باہر چلی آئی۔

"اوکے احسن صاحب! اب ہم بھی چلتے ہیں آپ نئے پراجیکٹ کی فائل دیکھ لیجیے گا اور اگر آپ کو منظور ہو تو اپنی سیکرٹری کے ذریعے مجھے انفارم کردیجیے گا۔"

"اوکے تھینک یو ویری مچ۔" احسن نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے جانے کے بعد اپنے آفس آ گیا۔ اس کی نظر بلا ارادہ ہی گلاس ونڈو کے پار بیٹھی عروہ پر پڑی اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت غصے میں ہے اس کے غصے کی وجہ وہ جانتا تھا کہ اسے جے ایس خان کی عامیانہ گفتگو اور شیطانی نگاہیں بہت ضبط سے برداشت کرنا پڑی تھیں۔ احسن کے لیے تو یہ معمول کی بات تھی مگر نجانے کیوں آج عروہ کے لیے یہ سب سننا اسے بھی بہت برا محسوس ہوا تھا اور اسے بھی جے ایس خان پر غصہ آ رہا تھا۔

"عروہ جمشید! ابھی تو ابتداء ہے آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ تم ابھی سے خوف زدہ ہو گئیں ایک احسن ریاض کو اپنی زلفوں کا اسیر بنانے کی مہم پر نکلی تھیں نا تم یہاں تو کئی گدھ تمہاری بوٹیاں نوچنے کے لیے بے تاب ہو رہے ہیں سنبھل کے چلنا کہیں دولت کے چکر میں اپنی عزت سے نہ ہاتھ دھو بیٹھنا۔" عروہ کے دل نے کہا تو وہ بے چینی سے میز پر رکھی چیزیں اٹھا کر ادھر ادھر کرنے لگی یونہی اچانک اس کی نظر گلاس ونڈو کی طرف اٹھی تو احسن ریاض کو اپنی جانب ہی دیکھتے پایا' دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں تو دل ایک ہو کر دھڑکنے لگے دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چرا گئے۔

"تو موصوف نے یہ شیشہ درمیان میں اس لیے لگایا ہے کہ خوب صورت ماتحت لڑکی ہر وقت ان کی نگاہوں کو سرور بخشتی رہے اور ان کے آفس میں آنے والے بھی اسے دیکھ دیکھ کے اپنی آنکھیں سینکتے رہیں ہونہہ۔" عروہ نے دل میں کہا اور فائل کھول کر پڑھنے لگی۔

دوسرے دن وہ بالوں کی چٹیا باندھے سر پہ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے آفس پہنچی تو احسن بے ساختہ مسکرا دیا اسے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ کتنی دلفریب تھی عروہ کو بھی اپنا دل موہتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"مس جمشید! آپ ڈرائیور کے ساتھ جائیے اور یہ فائل مسٹر جے ایس خان کے گھر دے آئیں۔" احسن نے اسے اپنے آفس میں بلا کر فائل دیتے ہوئے حکم دیا۔

"گھر کیوں سر؟"

"کیونکہ آج وہ آفس نہیں گئے۔"

"سر! میرا جانا ضروری ہے کیا؟" عروہ کے سوال پر احسن نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"میرا مطلب ہے سر یہ فائل تو ڈرائیور بھی دے کر آ سکتا ہے نا۔"

"مجھے میرا کام اب آپ سکھائیں گی آپ مشورہ دیں گی کہ مجھے کیا کیسے کرنا ہے؟" احسن نے درشت لہجے میں کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے فائل تھام لی اور باہر آ گئی۔ باہر آ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور ڈرائیور نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"چاچا آپ کا نام کیا ہے؟" عروہ نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"نیاز حسین نام ہے میرا اور پندرہ سال ہوگئے احسن صاحب کی ڈرائیوری کرتے۔" نیاز حسین نے جواب دیا۔

"پندرہ سال..... پھر تو آپ احسن صاحب کو اچھی طرح جانتے ہوں گے' کیسے انسان ہیں مسٹر احسن؟" عروہ

ٹائم پاس کرنے اور اپنی معلومات میں اضافے کے لیے پوچھ رہی تھی۔ نیاز حسین نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھے انسان ہیں احسن صاحب! ان کے والد ریاض رضوی بھی بہت اچھے آدمی ہیں وہ آج کل کینیڈا میں ہوتے ہیں اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ احسن صاحب کی بڑی بہن شادی کے بعد سے کینیڈا میں رہتی ہیں۔ عنبرین بی بی کے تین بچے ہیں احسن صاحب ہم چھٹی ورکرز کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"مجھ سے پہلے بھی آپ کسی ایمپلائی لڑکی کو کسی کلائنٹ کے گھر لے کر گئے ہیں کبھی؟" عروہ نے سنجیدگی سے کریدا۔

"جی بی بی! آپ سے پہلے ٹینا میڈم تھیں۔"

"انہوں نے جاب کیوں چھوڑ دی؟"

"وہ اصل میں اپنی اوقات سے بڑھ کے خواب دیکھ رہی تھیں احسن صاحب کے آگے پیچھے بہت پھرتی تھیں۔" نیاز حسین نے جواب دیا تو وہ تلخی سے بولی۔

"تو احسن صاحب کون سے دودھ کے دھلے ہیں اپنی خوب صورت سیکرٹری کو اپنے کلائنٹس کے گھر اکیلے بھیجتے ہیں محض اس لیے کہ اس خوب صورت سیکرٹری کی وجہ سے انہیں بزنس مل جائے میں پردے میں آئی تو مجھے دیکھتے ہی ری جیکٹ کر دیا نہ میری ڈگریاں دیکھیں نہ ہی میرا انٹرویو لیا اور جب دوبارہ سولہ سنگھار کر کے آئی تو فوراً سلیکٹ کر لیا۔ اس کا کیا مطلب ہوا چاچا؟ لڑکی کی ان کی نظر میں کیا ویلیو ہے ان کے بزنس میں ترقی کا ذریعہ بس۔"

"میڈم جی احسن صاحب کے ملنے والے دوست رشتہ دار سبھی کی عورتیں فیشن ایبل ہیں اور آپ تو جانتی ہیں ناں کہ مرد عورت کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے تو یہاں جو چلتا ہے بزنس کمیونٹی کے اصول کے مطابق چلتا ہے ان لوگوں کو یہ سب عجیب نہیں لگتا کیونکہ وہ ایسے ہی ہیں۔" نیاز حسین نے سنجیدگی سے جواب دیا اور گاڑی جے ایس خان کے بنگلے کے قریب روک دی۔

"میڈم جی! آپ اندر جائیں میں آدھے گھنٹے بعد آپ کو پک کر لوں گا۔" نیاز حسین نے گاڑی کا دروازہ اس کے لیے کھول کر کہا تو وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی۔

"آپ ادھر ہی رکیے یہ فائل ہی تو دینی ہے میں فائل دے کر ابھی آتی ہوں۔"

"میڈم جی آپ اتنی جلدی نہیں آئیں گی۔"

"کیوں؟" عروہ نے تیز لہجے میں پوچھا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔ عروہ بات سمجھ تو گئی تھی مگر جونہی نیاز حسین کی خاموشی اور جھکی نظریں دیکھیں اس کی ریڑھ کی ہڈی میں کرنٹ دوڑ گیا۔ خوف کی ایک لہر پورے بدن میں سرایت کر گئی۔

"چاچا! آپ یہاں رکیے میں فائل دے کر آتی ہوں سن رہے ہیں آپ یہ میرا حکم ہے آپ کہیں نہیں جائیں گے۔" عروہ نے تیز اور حاکمانہ لہجے میں کہا۔

"جو حکم میڈم!" نیاز حسین نے نظریں جھکا کے کہا۔

عروہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی ہزار گز پر پھیلا یہ شاندار بنگلہ دولت کی فراوانی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ عروہ نے تو کبھی خواب میں بھی اتنا شاندار بنگلہ نہیں دیکھا تھا۔ ملازم اسے ایک شاندار ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا' جس کی سجاوٹ بھی لاجواب تھی وہ تو حیرت سے ہر چیز کو دیکھ رہی تھی کہ جے ایس خان کے کھنکارنے کی آواز نے اسے اس طلسم کدے سے باہر نکالا۔

"ہیلو سر!" عروہ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔

"ہیلو مس عروہ!

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں" جے ایس خان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا تو عروہ نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے فائل اس کی طرف بڑھا دی۔

"شکریہ کسی بہانے تو آپ نے ہمارے غریب خانے میں قدم رنجہ فرمائے۔" جے ایس خان نے فائل لیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر میں چلتی ہوں۔"

"ارے ایسے کیسے جا سکتی ہیں آپ چائے کافی لنچ کچھ تو چلے گا ناں آپ پہلی بار میرے گھر آئی ہیں۔" جے

ایس خان نے بے قراری سے کہا۔اس کی آنکھوں سے عروہ کو خوف آ رہا تھا۔

"تھینک یو سر! پھر بھی آپ کی وائف نظر نہیں آ رہیں۔" عروہ نے فوراً بات بدل دی۔

"میری بیگم تو اس وقت گھر پر نہیں ہیں' کہیں گئی ہوئی ہیں۔آپ ان کا انتظار کرسکتی ہیں وہ تین چار دن تک آ جائیں گی۔" جے ایس خان نے اسے شیطانی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا مگر وہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر جواب دیا۔

"نہیں سر! ان شاء اللہ اگلی بار آؤں گی آپ کی بیگم سے ضرور ملوں گی اور آپ کا گھر بہت خوب صورت ہے میں اگلی بار پورا گھر دیکھ کر جاؤں گی اور آپ کے ساتھ لنچ بھی کروں گی۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے اس اگلی بار کا انتظار تو ہم ابھی سے کرنے لگے ہیں' وعدہ کریں کہ آپ جلد آئیں گی۔" جے ایس خان نے بے ہودگی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"جی ضرور آؤں گی ابھی تو جانے دیں باہر میرے انکل اور ڈرائیور میرا انتظار کررہے ہیں۔"

"او تو آپ نے ڈرائیور کو بھیجا نہیں۔" اسے مایوسی ہوئی تھی عروہ کے جواب سے تھک کر بولا۔

"میرا بھیجا ابھی کام کرتا ہے جبھی تو نہیں بھیجا اسے اوکے سر بائے۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے خود کلامی کی اور باہر نکل گئی پھر گاڑی میں بیٹھ کر ہی دم لیا۔ نیاز حسین نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"میڈم جی! سب ٹھیک ہے نا؟" نیاز حسین نے بیک مرر میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تو عروہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کیوں؟ کیا ٹھیک نہیں ہونا چاہیے تھا چاچا۔"

"نن.....نہیں میڈم جی! آپ کے ہوتے ہوئے کچھ غلط کیسے ہوسکتا ہے؟"

"نیاز حسین اگر کچھ ہوجاتا خدانخواستہ میرے ساتھ یا اس سے پہلے کسی لڑکی کے ساتھ غلط ہوا ہے جسے آپ ایسے شاندار بنگلوں میں چھوڑ کر جاتے رہے ہیں تو.....اس کے ذمہ دار جتنے احسن ریاض ہیں اتنے ہی آپ بھی ہیں۔" عروہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"نہیں میڈم جی! ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" وہ ہڑبڑا کر بولا تو عروہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ بہتر جانتے ہوں گے چاچا! لیکن اگر احسن ریاض کو اپنی بہن کو اس طرح بھیجنا پڑے تو کیا وہ بھیجے گا؟"

"بھی نہیں میڈم جی! اصل میں احسن صاحب کو اب تک ایسی کوئی لڑکی ملی نہیں جو ان سے محبت کرتی ہو جتنی بھی ملیں ان کی دولت کے لالچ میں ملیں جبھی تو انہوں نے اب تک شادی نہیں کی' منگنی ہوئی تھی صاحب کی وہ بھی توڑ دی کیونکہ ان کی منگیتر پسند کسی اور کو کرتی تھی مگر دولت کے لالچ میں صاحب سے شادی کے لیے تیار ہوگئی تھی۔" نیاز حسین نے تفصیل سے بتایا۔

"جیسے کو تیسا.....خود کون سا وہ کسی لڑکی کو شوپیس سے زیادہ کچھ سمجھتے ہیں خوب صورت مال دکھا کر گاہکوں کو متوجہ کرتے ہیں۔ کیا لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔" عروہ نے غصیلے لہجے میں کہا جواباً وہ خاموش ہی رہا مگر جانے کیوں مسکرایا ضرور تھا وہ تو عروہ نے اس کی طرف دیکھا نہیں ورنہ اور طوفان آ جاتا۔

وہ واپس آتے ہی اپنے کمرے میں آ بیٹھی اسے اپنے ہاتھ پر جے ایس خان کے ہاتھ کی موجودگی کا احساس بے کل کررہا تھا وہ اٹھی واش روم گئی اور صابن سے اچھی طرح اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تولیے سے خشک کیے اور باہر نکلی تو گلاس ونڈو سے احسن کو دیکھتے پایا۔

"نازو......" عروہ نے پردہ کھینچ کر گلاس ونڈو کور کردی۔ احسن کو بہت غصہ آیا اس نے انٹرکام پر کال کی۔ عروہ نے کال ریسیو نہیں کی غصے سے دندناتی ہوئی احسن کے آفس میں چلی آئی۔

"جی فرمائیے۔" عروہ نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اس کے غصے سے لال چہرے کو دیکھا۔

"ونڈو پر کرٹن کیوں کرلیا؟"

"کیوں دل نہیں بھرا مجھے دیکھ دیکھ کے اب کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"جانتی ہیں آپ کس سے مخاطب ہیں؟"

"جانتی ہوں اپنے بزنس کو بڑھانے کے لیے حسین و جمیل لڑکیوں کو چارے کے طور پر استعمال کرنے والے بزنس مین سے مخاطب ہوں۔" وہ تلخی سے تیز لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ۔" احسن غصے سے بولتا اس کے سامنے آ گیا۔

"یو شٹ اپ مسٹر! آپ یہاں لڑکیوں کو کیا سمجھ کر رکھتے ہیں تمہاری نظر میں ہر لڑکی بکاؤ مال ہے۔ ہر ایرے غیرے کے سامنے مجھ جیسی لڑکیوں کو پیش کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہوتی' کبھی کسی لڑکی کی عزت آپ کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ بتایئے۔" عروہ غصے سے بولتی اس کی آنکھوں میں دیکھتی اس کے دل و دماغ پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ آج تک کوئی لڑکی اس کے سامنے اس طرح سے نہیں بولی تھی' اسے کٹہرے میں کھڑا کر کے کسی نے اسے بے نقط نہیں سنائی تھیں۔ احسن ریاض حیرت سے اس لڑکی کو تک رہا تھا جو بے خوف و خطر اسے لتاڑ رہی تھی۔

"بولیے..... اب بولتی کیوں بند ہوگئی؟" عروہ نے اس لمبے چوڑے وجیہہ شخص کو تاڑا۔

"تمہارے سامنے کون کافر بول سکتا ہے؟" احسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا' آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ لفاظی میرے سامنے نہیں چلے گی مسٹر احسن! کیا سوچ کر بھیجا تھا تم نے مجھے اس کمینے جے ایس خان کے گھر' وہ تو اللہ کا شکر ہوا میں اپنی سمجھ داری سے وہاں سے خیریت سے لوٹ آئی۔ تھوکتی ہوں میں ایسی نوکری پر جس میں دماغ نہیں جسم دیکھا جاتا ہے۔" عروہ نے زخمی شیرنی کی طرح دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ نوکری تمہاری ضرورت ہے۔" احسن نے اسے یاد دلایا۔

"تو..... ضرورت کے لیے اپنا آپ بیچ دوں؟ بچھ جاؤں تمہارے قدموں تلے ضرورت ہے..... ہونہہ! بے شرم نہ ہوں تو بزنس کی آڑ میں یہ کھیل کھلا رہے ہیں۔" عروہ نے شیرنی کی طرح تن کر بے خوف ہوکر درشتی سے کہا۔

"اسٹاپ اٹ ناؤ' بنا سوچے سمجھے تم کچھ بھی بولے جا رہی ہو؟" احسن نے غصے سے سخت لہجے میں کہا۔

"بنا سوچے سمجھے نہیں سر! اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ رہی ہوں اور مجھے یہ بتایئے کہ آپ اپنی بہن کو اس کام کے لیے بھیجنا پسند کریں گے؟ نہیں نا..... تو مجھے کیوں بھیجا؟ کسی ضرورت مند اور مجبور انسان کی مجبوری کا فائدہ اٹھانا اسے اس کے حالات کے سلسلے میں بلیک میل کرنا کہاں کی شرافت اور انسانیت ہے؟" عروہ نے بہت ضبط سے جواب دیا۔

"آپ کو کس بات کا اتنا گھمنڈ ہے؟" احسن نے دلچسپی سے اسے دیکھتے نرم لہجے میں پوچھا تو وہ اس کے لہجے کی نرمی پر چونک گئی۔

"اسی بات کا جس پر آپ مرمٹے ہیں۔" عروہ نے پُراعتماد اور معنی خیز لہجے میں جواب دیا اور جھٹکے سے واپس جانے لگی اور جاتے جاتے ہی پلٹی' احسن نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور ہاں مسٹر احسن! اگر کھڑکی کے اس پار دیکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی آنکھوں میں عزت و احترام پیدا کیجیے' پردہ خود بخود ہٹ جائے گا۔" عروہ نے اسی لب و لہجے میں اپنی بھڑاس نکالی اور آفس سے نکل گئی اور احسن کو لگا جیسے دل بھی اس کے ساتھ ہی نکل گیا ہو وہ کتنی ہی دیر اس کی خوشبو کے سحر میں کھویا رہا۔

"کیا نوکری پر لات مار آئی ہیں؟" اسماء اور سلیمہ نے عروہ کی زبانی جاب آفس کی روداد سنی تو دونوں نے شاکڈ ہوکر کہا۔

"نہیں امی! آپ فکر نہ کریں ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے نہ وہ مجھے ایک دم سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی میں یہ جاب چھوڑ رہی ہوں' دو چار دن آفس نہیں جاؤں گی پھر خود ہی بلالیں گے۔" عروہ نے اطمینان سے کہا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" سلیمہ نے سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے امی!"

"عروہ! اتنی زیادہ خود اعتمادی بھی ٹھیک نہیں ہوتی' دو دن ہوئے ہیں تمہیں جاب پر جاتے ہوئے اور تم جھگڑ کر آ گئیں۔"

"تم اسے کیا مٹھی میں کرو گی تم تو ہاتھوں میں آئی دولت بھی گنوا رہی ہو۔ اگر اس نے تمہیں ایک دن میں جاب دے دی ہے تو ایک منٹ میں جاب سے فارغ بھی کر سکتا ہے۔ احسن ریاض جیسے لوگوں کے لیے حسین لڑکیوں کی کمی نہیں ہوگی' اس کی دولت کے سمندر سے گھونٹ بھر کی خیرات کے چکر میں نجانے کتنی اس کے آگے پیچھے پھرتی ہوں گی' اسماء سمجھاؤ اسے۔" سلیمہ نے دونوں ماں بیٹی کو بڑے اچھے طریقے سے حقیقت کا آئینہ دکھا دیا تھا اور وہاں سے اٹھ گئیں۔

"سن لیا تم نے۔" اسماء نے عروہ کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے کہ جب دل چاہا کھیل لیا جب دل چاہا جھگڑ لیا۔ سارے حالات تمہارے سامنے ہیں پھر بھی تمہیں ایڈونچر سوجھ رہا ہے تم کیا چاہتی ہو ہم فٹ پاتھ پر آ جائیں' بھیک مانگنے لگیں یا میں لوگوں کے گھروں میں جھاڑو پونچھا اور برتن مانجھنا شروع کر دوں۔"

"اللہ نہ کرے امی! آپ کیسی ناشکری کی باتیں کرتی ہیں۔" عروہ نے تڑپ کر کہا تو وہ سخت لہجے میں بولیں۔

"یہ ناشکری کی باتیں نہیں ہیں حقیقت کی باتیں ہیں اگر تم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہیں تو ایک دن مجھے ہی پیٹ کا دوزخ بھرنے کو ہاتھ پیر مارنے پڑیں گے۔"

"ان شاء اللہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا اور ابا کی پینشن میں ہم ماں بیٹی گزارہ کر سکتی ہیں۔ ذرا سوچیں امی بارہ ہزار میں یہاں آٹھ دس افراد کا کنبہ بھی پلتا ہے گزارہ کرتا ہے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے اور جاب کیا بس احسن ریاض کی ہی رہ گئی ہے اگر وہ نہیں رکھے گا تو مجھے کہیں بھی جاب نہیں ملے گی۔ آپ کو اپنی بیٹی کی عزت سے زیادہ دولت پیاری ہے بس امی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کیا کریں کیونکہ شکر کرنے سے نعمت بڑھتی ہے اور کفر بولنے سے قدر گھٹتی ہے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔" عروہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ جھنجلا کر بولیں۔

"اچھا بس رہنے دو باپ کی طرح لیکچر مت پڑھاؤ مجھے اللہ بخشے ان سے جب بھی روپے پیسے' گھر گاڑی کی بات کی وہ بھی اسی طرح شروع ہو جاتے تھے۔"

"ہاں تو ٹھیک ہی کہتے تھے ابا! ہمیں ہمیشہ یہ سوچ کر جینا چاہیے کہ ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے اگر وہ ہمیں ہمارے اعمال کے برابر دیتا تو ہمارے پاس آج کچھ بھی نہ ہوتا۔"

"فکر نہ کرو اگر تمہارے یہی ڈھنگ رہے تو تمہارے پاس سچ مچ کچھ نہیں رہے گا۔" اسماء نے بےرخی سے کہا۔

"امی......" عروہ ان کی بات پر شاکڈ سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔

❁......❁......❁

احسن آج اپنے بیڈ روم میں تنہا نہیں تھا عروہ کی یادیں اس کی سوچ' اس کا دلفریب خیال بھی اس کے سنگ مسکرا رہا تھا۔ وہ اسے اپنے ہر ہر انداز سے گھائل کر گئی تھی وہ اس کی سوچ سے متاثر تھا اس کا اعتماد اسے قابل رشک محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی بے خوفی اور اسے بھی کھری کھری سنا دینے کی حرکت نے اسے کٹہرے میں کھڑا کر کے جرح کرنے کی جرأت نے احسن ریاض کو مکمل طور پر اس کا اسیر بنا دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عروہ جمشید اسے اپنے حسن و ذہانت سے اپنی جرأت اور قابلیت سے مکمل طور پر اپنے بس میں کر چکی ہے لیکن وہ اس پر ابھی کچھ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا باوجود اس کے کہ وہ اسے پرکھ چکا تھا پھر بھی وہ اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اسے یہ یقین تھا کہ اب وہ عروہ کو ہر جگہ دیکھنا چاہتا ہے گھر میں دفتر میں ہر جگہ۔

اگلے دن عروہ اخبار میں "ضرورت ہے" کے اشتہارات دیکھ رہی تھی اور احسن ریاض اس کی خالی سیٹ کو دیکھ دیکھ کر بے چین و مضطرب ہو رہا تھا۔ گلاس ونڈو پر پردہ نہیں پڑا تھا مگر

وشڈو کے اس پار کا منظر عروہ کے بغیر اسے اداس کر رہا تھا۔ وہ نہیں آئی تھی اور وہ اس کے نہ آنے پر پریشان ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"اگر عروہ نے سچ مچ جاب چھوڑ دی تو......"

"وہ جاب کیسے چھوڑ سکتی ہے اس نے ہماری کمپنی کے ساتھ ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے اور اس کانٹریکٹ کو چیلنج کرنے کا حق صرف کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کو حاصل ہے نہ کہ مس عروہ جمشید کو۔ اب وہ چاہے مرضی بہانے بنائے اسے آفس جوائن کرنا ہی ہوگا۔" دماغ نے راہ دکھائی تو وہ مطمئن ہو کر مسکرا دیا۔

"عروہ آپی! کیا واقعی آپ یہ جاب چھوڑ دیں گی؟" وہ اخبار دیکھ رہی تھی جب مونا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ عروہ نے اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی کو بغور دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"نہیں ڈیئر! ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے میرا نہیں خیال کہ وہ مجھے جاب سے ڈس مس کریں گے۔"

"اللہ کرے کہ آپ کی جاب پکی ہو جائے۔" مونا نے دل سے دعا کی وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ان شاء اللہ! تم کچھ اداس لگ رہی ہو کیا بات ہے؟"

"آپی! سفینہ باجی کا رشتہ آیا ہے بہت اچھا رشتہ ہے۔" مونا نے بتایا۔

"ماشاء اللہ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے تم اداس کیوں ہو؟"

"آپی! وہ لوگ شادی جلدی کرنا چاہتے ہیں اور گھر میں اتنے وسائل نہیں ہیں کہ سب کچھ جلدی کیا جاسکے۔ باقی چیزیں تو امی نے بنائی ہوئی ہیں لیکن فرنیچر اور کھانے کا خرچہ کہاں سے ہوگا اور فریج بھی خریدنا ہے۔ امی ابو بہت پریشان ہیں وہ یہ رشتہ کھونا نہیں چاہتے۔" مونا نے اپنی اداسی کی وجہ بتائی تو عروہ بھی سوچ میں پڑ گئی اور پھر اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا اگر یہ رشتہ سفینہ باجی کے لیے اچھا ہے تو ان کی شادی اسی جگہ ہوگی تم فکر نہ کرو اللہ پاک نے رشتہ بھیجا ہے نا تو وہ اسباب بھی پیدا کر دے گا اور وسائل بھی سب کچھ احسن طریقے سے ہو جائے گا۔"

"احسن......" عروہ نے احسن کا نام زیر لب لیا یعنی قدرت اسے راہ دکھا رہی تھی کہ وہ احسن طریقے سے احسن کے ہاں جاب جاری رکھ کر ہی گھر کے مسائل حل کر سکتی ہے۔

"ہاں احسن کے پاس جاؤ معذرت کرلو کل کی بات پر اور اس جاب کو ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ احسن کو بھی اپنے ہاتھ میں کرنے کی کرو میری بچی! یہ گھر بھی تمہارا ہے تمہارے ماموں کا گھر ہے سفینہ بہن ہے تمہاری کیا تم اپنی بہن کی شادی کے لیے کچھ نہیں کرو گی؟" اسماء اس کی زبان سے احسن کا نام سن کر اس کے پاس آ کر محبت اور نرمی سے بولیں وہ سمجھ گئی تھیں کہ غصہ کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ عروہ کو دلار سے ہی راضی کرنا ہوگا اور یہ پٹی انہیں سلیمہ نے بھی پڑھائی تھی۔

"امی! مجھ سے جو بن پڑا میں سفینہ باجی کی شادی کے لیے کروں گی آپ بے فکر ہو جائیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"جیتی رہو بیٹی! مجھے پتا تھا میری عروہ کا دل بھی اس کی شکل کی طرح بہت خوب صورت ہے وہ ہمیں کبھی بھی اس پریشانی میں تنہا نہیں چھوڑے گی سدا خوش رہو۔" سلیمہ بھی آس پاس ہی تھیں اس کی بات سن کر محبت لٹانے چلی آئیں اور عروہ ان محبتوں کو ہی اپنا سرمایہ کل سمجھتے ہوئے ان کے کہے پر چلنے کو راضی ہو گئی۔

عروہ صبح آفس میں اپنی سیٹ پر موجود تھی احسن نے دیکھا خوشی کے ساتھ ساتھ اسے حیرت بھی ہوئی کہ وہ تو اس جاب کو ٹھوکر مار کے گئی تھی پھر ایک دن کی چھٹی کے بعد واپس کیسے آ گئی؟ اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا عروہ نے بیل بجتے ہی ریسیور کان سے لگایا۔

"جی سر!"

"میرے روم میں آئیے۔"

''اوکے سر۔'' عروہ نے جواب دے کر ریسیور رکھا اور خود کو مضبوط اور کمپوز کرتی ہوئی احسن کے روم میں داخل ہوئی وہ کسی فائل پر نظریں جمائے خود کو مصروف ظاہر کررہا تھا یا واقعی مصروف تھا۔ عروہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

''جی سر۔'' عروہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تشریف رکھیے۔'' احسن نے نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھا اور پھر سے نظریں فائل پر مرکوز کرلیں۔ وہ خاموش بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی جو اسے نظر انداز کررہا تھا۔ چھ فٹ کا صحت مند' گندمی رنگت' دلکش نین نقش' کلین شیو چہرہ' احمریں ہونٹ' ڈارک براؤن آنکھیں' مضبوط ہاتھوں کی کلائیوں سے جھانکتا رواں' خوب صورت پینٹ کوٹ سوٹ میں وہ بے حد جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا۔

''جی تو مس جمشید! آپ کیوں آئی ہیں؟'' احسن نے فائل بند کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے فٹ سے جواب دیا۔

''آپ ہی نے تو مجھے بلایا ہے۔''

''میں نے......؟'' اس کی حیرت نے اسے بھی حیران کردیا۔

''جی سر! آپ نے اور آپ بلائیں ہم نہ آئیں ایسے تو حالات نہیں۔'' عروہ نے مسکراتے ہوئے دلکش لہجے میں کہا۔

''مس جمشید! میں آپ کے آفس آنے کی وجہ پوچھ رہا ہوں آپ تو اس جاب کو ٹھوکر مار گئی تھیں نا۔''

''جی سر! گھر جا کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا کہ جاب کے بغیر گزارا نہیں ہے اور کسی دوسری جگہ جاب کروں گی تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں بدنظر لوگ نہیں ملیں گے۔ مردوں میں مردانگی تو رہی نہیں اب اگر عورتیں مردانہ وار ان کا مقابلہ نہیں کریں گی تو بیاور سر چڑھ جائیں گے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں پھر سے فائل لے کر کسی کمینے کے گھر جانے کو تیار ہوجاؤں گی۔ آپ مجھ سے وہی کام کروایئے جو میری جاب کا تقاضا ہے ورنہ آپ کا کوئی کلائنٹ میرے ہاتھوں مر مرا گیا تو پھر مجھ سے مت کہیے گا کہ بتایا نہیں تھا اور سارا مدعا آپ کے سر ڈال دوں گی ہاں۔'' عروہ نے بہت تفصیل سے جواب دیا تو وہ سنجیدہ لہجے میں کہنے لگا۔

''صبح ناشتے میں کیا کوے فرائی کرکے کھائے تھے جو اس قدر کائیں کائیں کررہی ہیں مختصر نہیں بولنا آتا آپ کو۔''

''مختصر یہ کہ آپ کو دیکھے بنا گھر میں دل نہیں لگ رہا تھا اس لیے چلی آئی۔'' عروہ نے بہت ادا سے جواب دیا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' احسن کے دل کی حالت بگڑنے لگی تھی۔

''اتنی تفصیل سے بتایا ہے پھر بھی نہیں سمجھے۔'' وہ چڑ کر بولی تو وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے آئندہ سوچ سمجھ کر بولیے گا۔''

''آپ کا کیا خیال ہے میں بنا سوچے سمجھے بولتی ہوں' سچ کو سچ کہو تو وہ تو آپ کو چبھی ہوگی۔'' عروہ کی زبان پھر قینچی کی طرح چلنے لگی۔

''شٹ اپ۔'' وہ غصے سے بولا۔ ''جایئے اور اپنے کام پر دھیان دیجیے۔''

''آپ بھی اپنے ''کام'' پر دھیان دیجیے سر!'' عروہ نے بہت معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ یوں ہوگیا جیسے اس کی کوئی چوری پکڑی گئی وہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور آفس سے باہر نکل آئی۔ احسن کی دھڑکنیں شور مچارہی تھیں اور وہ کیسی مطمئن سی اپنی سیٹ پہ آبیٹھی تھی۔ عروہ نے وندو سے دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر پلٹ گیا اور ٹیبل پر رکھی فائل کھول لی۔

''فکر نہ کریں سر! پردہ کھڑکی پر نہیں پڑے گا پردہ تو آپ کی عقل پر پڑے گا۔'' عروہ نے دل میں کہا۔

''احسن ریاض! تم لڑکیوں کو کیش کراتے ہو اپنے کام کے لیے دیکھنا میں تمہیں تمہارے کیش سمیت اپنا اسیر بنالوں گی۔'' عروہ اس وقت ماں اور مائی کی باتوں کے زیر اثر تھی اور ان کو خوشحال زندگی دینے کے لیے وہ احسن ریاض کو اپنے دام میں گرفتار کرنے کی ٹھان چکی تھی۔ اس نے اپنی خواہش' اپنے خواب' اپنی سوچ' اپنا ضمیر سب کو نیند کی گولیاں دے کر سلادیا تھا۔ کوئی احساس اگر بیدار تھا تو وہ یہ تھا کہ اسے اپنی ماں کے لیے ماموں مائی کے لیے ڈھیر ساری دولت جمع

کرنی ہے جس سے وہ اپنی بیٹیوں کی شادی دھوم دھام سے کرسکیں اور امی کی اپنا گھر بنانے کی خواہش بھی پوری ہوسکے۔ دنیا میں اس کے پاس یہی دو رشتے تھے ماں اور ماموں کے رشتے اور وہ ان رشتوں کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

اور احسن ریاض اس کے عشق میں کھو گیا تھا وہ بھی اب اسے کھونا نہیں چاہتا تھا وہ ساحرہ تھی جادوگرنی تھی اور اس کے معصوم حسن کا جادو احسن پر چل گیا تھا۔ وہ اسے اپنے ہر انداز میں حسین لگتی اور دلکش لگتی تھی۔

"احسن! تم ہار چکے ہو اور عروہ بڑا مقابلہ جیت گئی۔ وہ آئی اس نے دیکھا اور فتح کرلیا اور عروہ جمشید کتنی بڑی فاتح ہے وہ خود بھی اس بات سے بے خبر ہے۔" احسن نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں بند آنکھوں کے پیچھے بھی عروہ کی موہنی صورت مسکرا رہی تھی۔

❁......❁......❁

عروہ کو نوکری کرتے ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ سلیمہ اور اسماء نے اسے آفس سے لون (قرض) لینے کے لیے کہا۔

"امی! اتنی جلدی وہ مجھے لون نہیں دیں گے۔ 30 ہزار وہ پہلے دن ہی دے چکے ہیں یوں سمجھیں کہ انہوں نے مہینے کی تنخواہ ایڈوانس میں دے دی ہے میں کس منہ سے احسن صاحب سے لون مانگوں؟"

"اسی خوب صورت منہ سے میری بچی۔" اسماء نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس حسین و صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے دلار سے کہا تو سلیمہ بھی بول پڑیں۔

"ہاں عروہ بیٹی! سفینہ کا جہیز مکمل ہوجائے گا فرنیچر اور ریفریجریٹر کا بندوبست کروا دو باقی کھانے کا خرچہ تمہارے ماموں کرلیں گے۔"

"ہاں عروہ پلیز یہ انتظام کردو میں سمجھوں گی کہ میری بہن نے مجھے شادی کا تحفہ دیا ہے تمہارا احسان ہوگا مجھ پر۔" سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر ملتجی لہجے میں کہا تو عروہ کا دل تڑپ اٹھا۔

"سفینہ جی آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آپ میری بہن ہیں اور بہنوں کا ایک دوسرے پر احسان تھوڑی ہوتا ہے۔ آپ فکر نہ کریں ان شاء اللہ سب بندوبست ہوجائے گا۔" عروہ نے محبت سے پُر لہجے میں کہا۔

"تھینک یو عروہ! تم بہت اچھی ہو۔" سفینہ فرطِ مسرت سے اس کے گلے لگ گئی۔

❁......❁......❁

احسن اور عروہ اپنی اپنی جگہ الجھے ہوئے تھے احسن اس سے پیار کے اظہار کے موقع کی تلاش میں تھا اور عروہ اپنے گھر والوں کے عشق میں ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے چکر میں احسن ریاض کے سامنے اپنی خودداری اور عزتِ نفس کا گلا گھونٹنے پر مجبور تھی۔ گلاس ونڈو سے احسن صبح سے اسے دیکھ رہا تھا نوٹ کررہا تھا کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہے اور عروہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ احسن سے قرض کی بات کیسے کرے؟ کبھی کسی سے کچھ مانگا نہیں تھا اور اب پیسوں کے لیے کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا اسے بے موت مار رہا تھا مگر اس موت کو گلے تو لگانا ہی تھا۔ احسن سے ایک فائل پر سائن کروانے تھے اور نیو کانٹریکٹ کی سمری بھی دکھانی تھی سو وہ ہمت کرکے اس کے آفس میں چلی آئی بنا دستک دیے بنا اجازت لیے۔

"سر! یہ سمری چیک کرلیجیے اور اس فائل پر آپ کے دستخط چاہئیں۔" عروہ نے دو فائلیں کھول کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا احسن نے محسوس کیا اس کے ہاتھ ہی نہیں اس کی آواز بھی کانپ رہی تھی۔

"اندر آنے کے لیے آپ نے مجھ سے اجازت طلب کی اور نہ ہی میں نے آپ کو بلایا۔" احسن نے اسے دیکھتے ہوئے آفس رول یاد دلایا تو وہ سر جھکا گئی۔

"بیٹھ جایئے مس جمشید!" احسن نے فائل پر سائن کرتے ہوئے اس سے کہا تو وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ احسن نے کن انکھیوں سے دیکھا وہ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ہاتھ کانپ رہے تھے نچلا ہونٹ دانتوں سے کاٹ رہی تھی بے چینی اور اضطراب اس کے ہر انداز سے عیاں تھا۔

"مس جمشید۔"

"جی سر۔" وہ بوکھلا کر بولی۔

"کیا پریشانی ہے آپ کو؟" وہ پوری طرح اب اس کی جانب متوجہ تھا۔

"کک...... کچھ نہیں سر!" عروہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کچھ تو ہے مس جمشید! جب آپ صبح سے اپ سیٹ دکھائی دے رہی ہیں' کیا میں آپ کی کوئی مدد کرسکتا ہوں۔" احسن اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"جی سر! وہ دراصل میری کزن...... میرا مطلب ہے میری بہن کی شادی ہے اگلے مہینے' کیا مجھے کچھ لون مل سکتا ہے؟" عروہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو احسن نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"لون......"

"میں جانتی ہوں سر کہ مجھے یہاں کام کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہی ہوا ہے اتنی جلدی مجھے لون کے لیے کہنے کا کوئی رائٹ نہیں ہے۔ میں معافی چاہتی ہوں لیکن میرے پاس کوئی دوسرا آپشن جو نہیں ہے نا...... لون کے بدلے آپ میری سیلری مت دیجیے گا۔" عروہ نے ٹھہر ٹھہر کر اپنا مدعا بیان کیا' لہجے اور ہاتھوں پر بدستور کپکپی طاری تھی احسن کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی عروہ جمشید ہے جو جب چاہے جسے چاہے خاموش کرواسکتی ہے' اس تک کی بولتی بند کروانے اسے کھری کھری سنانے والی پُراعتماد اور نڈر عروہ جمشید......! جو اس وقت حالات کے ہاتھوں بے بس اس کے سامنے بیٹھی تھی' احسن کو عروہ سے دلی ہمدردی محسوس ہورہی تھی۔

"کتنی رقم چاہیے آپ کو؟"

"سر! ڈیڑھ لاکھ...... فرنیچر اور فریج وغیرہ خریدنے کے لیے۔" عروہ نے اپنی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو بمشکل پلکیں جھپکا کر پیچھے دھکیلتے ہوئے بتایا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے صرف رقم کا پوچھا تھا' رقم کا مصرف نہیں آپ مختصر بات نہیں کرسکتیں کیا؟"

"سوری سر!" وہ شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔ احسن کو لگا کہ وہ ابھی رو دے گی وہ جلد از جلد اس کی پریشانی دور کردینا چاہتا تھا اس نے منیجر کو اسی وقت فون کیا۔

"منیجر صاحب! آپ کیشیئر کے پاس جائیں اور ڈیڑھ لاکھ کیش لے کر اسی وقت میرے آفس میں آئیں۔"

"سر پلیز یہ رقم مجھے منیجر صاحب کے سامنے مت دیجیے گا میں کسی قسم کا کوئی اسکینڈل افورڈ نہیں کرسکتی۔" عروہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے درخواست کی۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے مس جمشید! میں کوئی اسکینڈل افورڈ کرنے کی پوزیشن میں ہوں۔" احسن نے الٹا اسی سے سوال کیا تو وہ شرمندہ سی ہوگئی' نفی میں سر ہلا دیا۔

"آپ اپنے روم میں جائیں رقم آتی ہے تو میں آپ کو بلواؤں گا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے سر!" عروہ بھی اٹھ کر جانے لگی پھر خیال آیا کہ اس کو شکریہ تو کہا ہی نہیں تو اپنی بے مروتی اور کم عقلی پر ماتم کیا اور شکریہ کہنے کے لیے پلٹی تو وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا وہ گھبرا گئی۔

"اینی پرابلم۔" احسن نے اس کی جھکی آنکھوں میں تیرتے پانیوں کو بے قراری سے دیکھا تھا۔ عروہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تھینک یو ویری مچ سر!" اظہار تشکر کے طور پر عروہ کی آنکھوں سے دو آنسو بہہ نکلے تھے' احسن نے تڑپ کر بے اختیاری میں اس کے آنسو رخساروں سے اپنی انگلیوں میں جذب کرلیے۔

"تو...... رونا نہیں ہے آپ تو بہت بہادر لڑکی ہیں آپ روئیں گی تو ہم تو ٹوٹ ہی جائیں گے۔ جائیں اور بےفکر رہیں۔" احسن نے بہت محبت اور اپنائیت بھرے لہجے میں کہا تو وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی اپنے کیبن میں آگئی۔ احسن نے اپنے ہاتھوں میں جذب اس کے آنسوؤں کی نمی کو اپنے چہرے پر آب حیات کی طرح مل لیا۔

عروہ نے الیاس بیگ کو فون کرکے اپنے آفس کے باہر آنے کا کہا تھا تاکہ وہ رقم لے کر ان کے ساتھ بازار جائیں

اور سفینہ کے جہیز کی مطلوبہ چیزیں خرید لیں۔ اسے رونا کر رونا آرہا تھا اس نے اٹھ کر پردہ ونڈو پر کھینچ دیا اور پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ احسن نے ڈیڑھ لاکھ کی رقم کا لفافہ لے کر منیجر کو واپس بھیج دیا اور عروہ کو بلانے کا ارادہ کیا تو ونڈو پر پردہ پڑا دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔

"اوہ..... یقیناً وہ رو رہی ہوگی مجھے خود ہی اس کے کیبن میں جانا چاہیے۔" احسن نے زیر لب کہا اور رقم کا لفافہ اٹھا کر اس کے کیبن میں داخل ہوا تو اسے بُری طرح روتے پایا۔ وہ بے قرار ہو کر تیزی سے اس کی جانب آیا۔

"مس جمشید! پلیز ریلیکس سنبھالیں خود کو یہ لیجیے ڈیڑھ لاکھ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کی پرابلم حل ہوگئی اور آپ رو رہی ہیں۔" احسن نے رقم کا لفافہ اس کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

"زندگی میں پہلی بار..... کسی کے سامنے..... ہاتھ پھیلائے ہیں تو..... تو رونا تو آئے گا نا سر۔" عروہ نے روتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا تو احسن کا دل چاہا کہ اسے اپنے سینے میں چھپا لے اس کے سارے آنسو اپنے دامن میں جذب کرلے عروہ خود کو اس لمحے بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا۔

"بس اوکے عروہ! کچھ نہیں ہوا میں ہوں نا تم اپنا ہر مسئلہ مجھ سے شیئر کرسکتی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں' مجھے اپنا دوست سمجھو تم سمجھو کہ تم نے کسی اپنے سے اپنی پریشانی شیئر کی ہے پلیز روؤ نہیں۔" احسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت نرم اور محبت بھرے مخلصانہ لہجے میں کہا۔

"اپنے پن اور دوستی کا ناٹک کرکے رقم دے کر مجھ پر یہ احسان کرکے مجھے اپنے فائدے کے لیے استعمال کرے گا یا دی اور میں چونکہ اس کے احسانات تلے دبی ہوں گی اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جاؤں گی یہی یقین احسن ریاض کو میرے ساتھ یہ نیکی کروا رہا ہے۔" عروہ نے دل میں سوچا۔

"لو پانی پیو۔" احسن نے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا اس نے خاموشی سے پانی پی لیا۔

"سر! آپ میری چار ماہ کی سیلری مت دیجیے گا لون کی رقم کاٹ لیجیے گا۔" وہ روتے ہوئے بولی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوکے فائن' لیکن اس وقت تم رونا بند کرو پلیز۔"

"جی....." وہ جلدی سے اپنے ہاتھوں سے آنسو صاف کرنے لگی۔

❁....❁....❁

عروہ اور الیاس بیگ نے ڈیڑھ لاکھ کی اس رقم سے سفینہ کے جہیز کا فرنیچر خریدا۔ ریفریجریٹر خریدنے کے بعد اتنے پیسے ہی بچے تھے جن سے انہوں نے سب گھر والوں کے لیے کھانے کے لیے کچھ سامان لیا اور گھر واپس آگئے اور اس وقت بیگ ہاؤس میں سب خوشی سے کھلے جا رہے تھے سلیمہ نے تو مارے خوشی کے عروہ کا ماتھا چوم لیا۔ مونا' نگینہ' سفینہ' اسماء بھی بہت خوش تھیں اتنا شاندار سامان دیکھ کر سفینہ نے تو عروہ کو گلے لگا لیا۔

"تم بہت اچھی بہن ہو میری' تم نے مجھے خوشی دی ہے عروہ ان شاء اللہ تمہیں بھی بہت خوشیاں ملیں گی۔"

"ان شاء اللہ! عروہ نے تو میرے کندھوں کا بوجھ آدھا کردیا' یہ تو بیٹا ثابت ہوئی ہے۔" الیاس نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر دل سے کہا۔

"خیر اس ناخلف بیٹے سے تو تشبیہ نہ دیں آپ عروہ کو یہ تو احساس ذمہ داری اور محبت کی بات ہے جو عروہ نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے وہ سگا بیٹا ہو کر ماں باپ' بہنوں کو بھول گیا۔ مہینے میں ایک فون کرکے سمجھتا ہے فرض ادا ہوگیا۔" سلیمہ نے جلے دل کے ساتھ کہا تو وہ بھی بدمزا ہوگئے۔

"اچھا چھوڑو یہ باتیں چلو سب کے لیے کھانا لگاؤ۔" الیاس بیگ نے بات بدل دی۔

"عروہ تم نے تو ایک دن میں بلکہ چند گھنٹوں میں ہی یہ کام کر دکھایا' ہمیں تو اتنی جلدی رقم کا بندوبست ہونے کی امید نہیں تھی۔" اسماء نے عروہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی عروہ بیٹی! تم نے تو کمال کردیا' جیتی رہو بس۔" سلیمہ کی خوشی دیدنی تھی اور عروہ اندر سے اتنی ہی بجھی بجھی سی تھی۔

"امی! میں نے خود سے کچھ نہیں کیا بس اللہ نے کرم

کردیا کہ احسن صاحب نے میری بات سن کر لون دے دیا۔" عروہ نے بے کل ہو کر کہا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"ارے بیٹی لون کیوں؟ تم ان پیسوں کو اپنا حق سمجھو احسن ریاض نے تمہیں فوراً ڈیڑھ لاکھ تھمادیے تو اس کے پیچھے کوئی تو وجہ ہوگی نا۔" سلیمہ نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ کھڑی ہوگئی۔

"وجہ کیا ہونی ہے مامی! وہ مجھے اپنے احسانات تلے دبا کر مجھ سے اپنی مرضی کے کام نکلوائے گا۔" عروہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو اسماء بولیں۔

"کہاں چلیں عروہ! کچھ تو کھالو۔"

"امی! میرے سر میں درد ہو رہا ہے تھک گئی ہوں اب سوؤں گی۔" عروہ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"عروہ بیٹا! سر درد کی گولی دوں تمہیں؟" سلیمہ نے بھی ممتا دکھائی۔

"نہیں مامی! میں سوؤں گی تو درد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اچھا بیٹی سو جاؤ۔" سلیمہ نے مسکراتے پیار لٹاتے لہجے میں کہا۔

"سفینہ بیٹی! عروہ کے لیے الگ سے رکھ دینا جب جاگے گی تو کھالے گی۔" الیاس بیگ نے کھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ابو!" سفینہ نے جواب دیا۔ اسماء تو خوشی سے پھولے نہ سمارہی تھیں کہ ان کی بیٹی کی بدولت ان کے بھائی کے گھر میں خوشیاں بکھر گئی تھیں۔

عروہ بستر میں لیٹی بے آواز اشکبار تھی اسے بہت افسوس ہو رہا تھا اپنی ماں اور مامی کی سوچ پر وہ تو یہی سمجھ رہی تھیں کہ اس نے احسن ریاض کو اپنی ادائیں دکھا کر رجھا کر ڈیڑھ لاکھ حاصل کیے ہیں ان کو اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ آج وہ احسن ریاض کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ اپنی کمزوری اس کے ہاتھ میں دے آئی تھی۔ اس کی مقروض بن گئی تھی اندر سے کتنی ٹوٹ گئی تھی بکھر گئی اس کا احساس کسی کو نہیں تھا حتیٰ کہ اس کی اپنی ماں کی آنکھوں میں بھی شاندار فرنیچر دیکھ کر کیسی چمک آگئی تھی اور ان کی آنکھیں اپنی بیٹی کی آنکھوں کی سرخی اور سوجن نہیں دیکھ سکی تھیں جو رونے سے ایسی ہوگئی تھیں۔

"عروہ جمشید! تم سے اپنے گھر والوں کی خوشی نہیں دیکھی جارہی؟ تم نے اگر ان سب کی خوشی کے لیے قرض لے لیا تو کیا ہوا ان سب کی خوشی سے بڑھ کر تو کچھ نہیں ہے نا' نہ تم اور نہ تمہاری انا اور عزت نفس۔ تمہیں اگر اس گھر میں رہنا ہے تو یہ سب تو سہنا ہوگا ضمیر کو سلانا ہوگا اب تم پابند ہو ان سب کی بھی اور احسن ریاض کی بھی' گھر والے تمہیں نوٹ چھاپنے والی مشین سمجھتے ہیں اور یہ سلسلہ اب رکے گا نہیں' سفینہ کے بعد نگینہ اور مونا کی شادیاں بھی ہونی ہیں اور تم ماموں مامی کے لیے وہ چیک بک ہو جسے وہ حسب ضرورت کیش کراتے رہیں گے۔ ایک چھت تلے رہنے کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی تمہیں' تحفظ کی چھت کی قیمت اپنا آپ بیچنے سے ہے یہاں یہ حسن یہ جوانی بکاؤ مال ہے ان کی نظر میں۔" عروہ کا ضمیر اسے آئینہ دکھا رہا تھا جس میں اسے اپنا اور گھر والوں سب کا مستقبل اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دکھی ہوگئی اور روتے روتے سو گئی۔

❁ ❁ ❁

عروہ آفس میں ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد اپنے کیبن میں آئی تو احسن نے اسے بلالیا۔

"جی سر!" وہ اس کے روم میں داخل ہوئی۔

"بیٹھیے۔" احسن نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ آرام سے بیٹھ گئی۔ احسن نے اس کا بغور جائزہ لیا میرون شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں وہ اسے بے حد دلربا اور دلکش لگی۔

"لگتا ہے تم ساری رات روتی رہی ہو' ٹھیک سے سو نہیں سکیں۔" احسن نے اس کی آنکھوں میں بچھا سرخ لکیروں کا جال دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی سر!"

"کیوں؟ اب تو کوئی پرابلم نہیں ہے نا' ڈیڑھ لاکھ میں سب خریداری ہوگئی ہوگی۔"

"جی سر ہوگئی اور سب گھر والے بہت خوش ہیں' آپ کا شکریہ سر!" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا آل ویز ویلکم۔" احسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آل ویز۔"

"لیس......"

"لیکن کیوں سر؟"

"کیونکہ تم ایک اچھی لڑکی ہو اور اچھے لوگوں کے کام آ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔" احسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا' اپنے دل کی بات فی الحال اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا۔

"سر! آپ اس احسان کے بدلے مجھ سے کوئی الٹا سیدھا کام کرانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

"آپ کو میں اس قسم کا آدمی دکھائی دیتا ہوں؟"

"نہیں سر! لیکن اس روز آپ نے مجھے اس شیطان جے ایس خان کے گھر جو بھیج دیا اور ڈرائیور بھی مجھے وہاں چھوڑ کر جارہا تھا۔" اس نے فوراً اپنی بات کا جواز پیش کیا۔

"مٹی ڈالیں اس بات پر اور یہ بتائیں کہ آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟" احسن نے اس بات کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تو وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"سر! میرا کوئی گھر نہیں ہے ابا کے انتقال کے بعد ان کے بھائیوں نے ہمارا گھر ہم سے چھین لیا۔ میں اور امی اپنا سامان لے کر ماموں کے گھر آ گئے' مامی کو ہم ماں بیٹی کا وہاں آنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا مگر پھر بھی انہوں نے ایک کمرا ہمیں دے دیا۔ اسی لیے میں نے جاب تلاش کرنا شروع کردی تھی تاکہ ہم ماں بیٹی ماموں پر بوجھ نہ بنیں۔ ماموں جنرل اسٹور چلاتے ہیں' ان کا بیٹا دبئی میں ہے پر وہ گھر والوں کو بھول چکا ہے۔"

"اور آپ اپنے ماموں کا بیٹا بننے کی کوشش کررہی ہیں اس کے حصے کی ذمہ داری نبھا کے ہے نا۔" احسن نے اس بات کی تہہ کو پہنچ کر کہا۔

"شاید اصل میں ہمارا کوئی اور سگا رشتے دار نہیں ہے سوائے ماموں کے' ہوتا بھی تو اپنے گھر کون رکھتا ہمیں؟ ماموں کے گھر کی چھت کا تحفظ تو مل گیا ہے لیکن امان نہیں ملی' جب سے جاب ملی ہے تب سے کچھ اطمینان ہوا ہے کہ میں اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی ہوں۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہوں۔" احسن نے اپنے ہاتھوں سے تکون بناتے ہوئے ٹیبل پر کہنیاں رکھیں اور اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اگر میں آپ کو علیحدہ گھر لے دوں تو آپ کی اپنے ماموں کے گھر کی ذمہ داریوں سے جان چھوٹ سکتی ہے۔"

"سر...... آج کل علیحدہ گھر لینا کوئی مذاق نہیں ہے آپ نے جو احسان کردیا ہے وہی بہت ہے میرے لیے۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا ورنہ دل تو اس کا بھی چاہتا تھا کہ وہ اپنے الگ گھر میں رہے جہاں سے نکالے جانے کا ڈر نہ ہو وہ اپنی مرضی سے سوئے جاگے' جہاں مرضی آئے اٹھے بیٹھے۔

"میں آپ پر کوئی احسان نہیں کررہا مس جمشید! میں آپ کو کمپنی کی طرف سے فرنشڈ گھر آفر کررہا ہوں آپ چاہیں تو کل ہی اس گھر میں شفٹ ہوسکتی ہیں اور آج بلکہ ابھی میرے ساتھ چل کر وہ گھر دیکھ لیجیے۔" احسن نے اس کے سندر چہرے کو تکتے ہوئے بولا تو اس نے احسن کو دیکھا۔

"سر آپ مجھ پر اتنی مہربانی کیوں کررہے ہیں؟"

"آپ نہیں جانتیں کیا؟" احسن نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ سٹپٹا کر کھڑی ہوگئی۔

"سر...... میں چلتی ہوں۔" وہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

"اس وقت آپ میرے ساتھ چل رہی ہیں۔" وہ بھی کھڑا ہوگیا۔

"کہاں؟"

"جہاں میں لے جاؤں۔" وہ اس کی طرف آتے ہوئے بولا۔

"اس کا اختیار تو آپ کو حاصل نہیں ہے۔"

"تو دے دو نا یہ اختیار بھی مجھے' تم نے تو اپنے اختیار میں کرلیا ہے جو چاہا ہو منوالو مگر مجھے بھی تو کچھ اختیار دے دو اپنی ذات کے حوالے سے۔" احسن نے اس کے روبرو کھڑے ہو کر اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بے خودی سے بھرے لہجے میں کہا تو عروہ کے بدن میں آگ سی سرایت کرگئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"مجھے جانے دیں سر پلیز۔" عروہ نے سٹپٹائے لہجے میں کہا۔

"کہاں جاؤ گی؟" احسن نے اس کے بالوں کو چھوا۔

"گھر......"

"تو میرے گھر چلو جو نجانے کب سے تمہارا منتظر ہے۔" احسن بے اختیار ہوتے ہوئے بولا۔

"سر کیا ہوگیا ہے آپ کو؟" وہ متوحش ہوکر بولی۔

"مجھے تم سے عشق ہوگیا ہے۔" احسن نے اس کا ہاتھ تھاما جسے عروہ نے فوراً چھڑالیا۔

"پلیز سر! مجھ پر یوں مہربان مت ہوں۔" عروہ نے کہا۔

"محبت مہربان نہ ہو ایسا ممکن ہے کیا؟"

"عروہ جو ماں اور مامی چاہتی ہیں وہی ہو رہا ہے تم کیوں گھبرا رہی ہو احسن تو خود بخود تمہارے عشق میں گرفتار ہوگیا ہے بس فائدہ اٹھاؤ اس سنہرے موقع سے۔" عروہ کے دماغ نے اسے جگاتے ہوئے کہا مگر زبان کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

"سر! کسی نے دیکھ لیا تو وہ کیا سوچے گا؟ آپ کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ آپ مرد ہیں اور مالک ہیں اس کمپنی کے مگر میں بدنام ہوجاؤں گی میری عزت دو کوڑی کی ہوجائے گی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا عروہ! میرا یقین کرو میں تمہیں عزت بنا کے رکھوں گا' بہت عزت کرتا ہوں میں تمہاری۔ مجھے تو شاید برسوں سے تمہارا ہی انتظار تھا میں تمہاری عزت پر آنچ بھی نہیں آنے دوں میں تمہیں اپنی دلہن بنا کر اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔" احسن نے اس کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"دلہن بنا کر......؟" عروہ کو اس سے اتنی جلدی اس بات کی توقع نہیں تھی۔ توقع تو خود احسن کو بھی نہیں تھی کہ وہ ایک دم سے اسے اپنے دل کی بات بتا دے گا شاید وہ اسے پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا اس کے اطراف خوشیوں کا حصار کھینچنا چاہتا تھا اور اس کے چہرے اور آنکھوں سے اس کی باتیں سچ محسوس ہو رہی تھیں مگر دماغ کہہ رہا تھا کہ ہو نا ہو وہ ان پیار بھری باتوں سے اسے اپنے دام میں پھنسانا چاہتا ہے۔ مراعات دے کر اپنے مفادات پورے کرانا چاہتا ہے۔

"ہاں عروہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں' کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟" احسن نے مسکرا کر پوچھا۔

"مجھے گھر جانا ہے سر!" عروہ کانپتی آواز میں بولی۔

"گھر...... میرے گھر چلو گی نا' میں تمہیں تحفظ کی چھت دوں گا' تمہاری اپنی چھت جہاں سے کوئی تمہیں جانے کے لیے نہیں کہے گا۔" احسن نے تیزی سے کہا۔

"فی الحال تو آپ مجھے میرے ماموں کے گھر جانے دیں۔"

"فی الحال...... مطلب کہ مستقبل میں تم میرے ساتھ میرے گھر جانا وہاں رہنا پسند کرو گی۔" وہ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"مستقبل کا کسے پتا ہے سر! یہاں کل کیا ہو کس نے جانا' اللہ حافظ۔" عروہ اپنی بات ختم کرکے وہاں سے ایسی دوڑی کہ گھر پہنچ کر ہی دم لیا۔

"کہیں میں نے جلدی تو نہیں کردی عروہ! مجھے غلط سمجھ رہی ہے اس میں اس کا قصور بھی نہیں ہے میں نے جس طرح اسے جے ایس خان کے گھر بھیجا تھا وہ تو ایسا سوچے گی ہی لیکن یہ سچ ہے کہ میں اس سے بہت پیار کرنے لگا ہوں' لمحوں کی بات تھی ساری' محبت شاید اسی طرح ہوا کرتی ہے اچانک سے بنا بتائے' بنا سوچے سمجھے' بے اختیاری میں ہوجانے والی اور مجھے عروہ سے محبت ہوگئی ہے۔ بس اسے یقین ہوجائے۔" احسن نے خود کلامی کی تھی۔

❁......❁......❁

احسن رات کو سونے کے لیے بیڈ پر آیا تو عروہ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ ادھر عروہ اپنے ہاتھوں میں اب تک احسن کے ہاتھوں کا لمس ان کی حرارت محسوس کررہی تھی۔ دل اس کی باتوں پر یقین کررہا تھا بڑے سہانے خواب دکھلا رہا تھا جب کہ دماغ اور حالات ان سب باتوں کی نفی کررہے تھے۔

"عروہ جمشید! احسن ریاض سے تمہیں صرف اپنا

مطلب پورا کرنا ہے اتنی جلدی اگر احسن کا مقصد پورا ہوگیا تو وہ تمہارے گھر کے مسائل حل کرنے میں تمہاری مدد نہیں کرے گا اسے تو صرف تم سے غرض ہے اور تم نے اس کے بزنس سے اپنے گھر والوں کی غرض اور ضروریات پوری کرنی ہے اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم احسن ریاض کو لٹکائے رکھو اگر تم نے فوراً اس کی محبت قبول کرلی یا خود اس سے اظہار محبت کردیا تو وہ فوراً شادی کرنے کا کہے گا اور اگر شادی محض ڈرامہ ہے تو بھی جب تک تم اس سے کھنچی کھنچی رہو گی وہ تمہارے قریب آنے کی کوشش کرے گا اور جب تک اس کی طلب پوری نہیں ہوگی وہ تمہارے لیے سب کچھ کرتا رہے گا لیکن اگر اس کی طلب پوری ہوگئی اس کی بھوک، پیاس مٹ گئی تو وہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ تمہیں سمجھداری سے احسن کو ہینڈل کرنا ہے خود کو تر نوالہ نہیں بنانا۔" عروہ کے دماغ نے اسے سمجھایا۔

"عروہ بیٹا! نیند نہیں آرہی کیا؟" اسماء نے کروٹ بدلی تو اسے جاگتے دیکھ کر پوچھا تو وہ چھت کو تکتے ہوئے بولی۔

"نہیں امی...... امی مجھے کمپنی نے فرنشڈ گھر کی آفر کی ہے۔"

"کمپنی نے یا احسن نے؟" اسماء مارے خوشی کے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"کمپنی نے......"

"ایک ہی بات ہے بیٹا! مجھے یقین تھا کہ تم اس امیر زادے کو جلد ہی اپنے قابو میں کرلو گی۔" اسماء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امی! میں نے کچھ غلط نہیں کیا کمپنی کے دوسرے ملازمین بھی کمپنی کی طرف سے دیئے گئے گھروں میں رہتے ہیں میں کوئی پہلی نہیں ہوں۔" عروہ نے تیز لہجے میں کہا اسے بہت بُرا لگا تھا کہ اسماء نے اس کے کردار کو کیا سمجھ لیا تھا یہ تو قدرت کا کرشمہ تھا کہ احسن ریاض اس پر مہربان ہوگیا تھا۔

"اوہو...... اچھا چھوڑو اس بات کو گھر دیکھا تم نے کیسا ہے؟" اسماء نے اسے ناراض دیکھ کر پیار سے پوچھا۔

"نہیں دیکھا لیکن آپ سامان پیک کرنا شروع کردیں ہم دو تین دن میں اس گھر میں شفٹ ہوجائیں گے اور ماموں مامی کے احسان کی اس چھت سے بھی ہمیں نجات مل جائے گی۔" عروہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہ بھئی میں تو یہاں سے نہیں جانے کی۔"

"لیکن کیوں امی۔"

"وہ اس لیے میری بھولی بیٹی کے وہ گھر تو کمپنی کا ہے نا تو ایک سال بعد جب تمہاری نوکری ختم ہوجائے گی تو کمپنی تم سے اپنا وہ گھر بھی واپس لے لے گی پھر کیا ہوگا؟ پھر ہم لوٹ کے بدھو گھر کو آئے کی مانند اسی گھر میں واپس آئیں گے نا اور بلبلی الگ اڑائیں گی بھابی بیگم ہماری کہ بڑی گئی تھیں اپنے گھر رہنے کے لیے۔" اسماء نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"امی تب تک ہم کوئی اور بندوبست کرلیں گے کم از کم ہم پر ماموں کا احسان تو نہیں رہے گا۔"

"ارے احسان کیسا؟ ڈیڑھ لاکھ کے مقروض ہیں وہ ہمارے یہ کوئی معمولی رقم نہیں ہے احسان تو ہمارا ہے اب ان پر تم نے دیکھا نہیں کیسے تمہاری مامی اور کزنز تمہارے آگے پیچھے پھرتی ہیں اب یہ سب پیسے کا کمال ہے میری بچی! ہاں اگر اپنا گھر ہوتا احسن ریاض نے کوئی گھر نام کردیا ہوتا تب تو بات تھی۔" اسماء کی باتوں نے اسے مزید ڈسٹرب کردیا۔

"امی! اللہ نے ہمیں ہماری اوقات سے بڑھ کر دیا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، چار دن کی نوکری میں میرا باس مجھے ایک گھر خرید کے میرے نام کردے کیوں...... ایسا کیا کیا ہے میں نے اس کے لیے؟" عروہ نے سپاٹ اور اکھڑے لہجے میں کہا۔

"یہ تو تم ہی جانو کے ایسا کیا کیا ہے تم نے اس کے لیے کہ وہ تمہیں گھر آفر کررہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ جلد ہی وہ تمہیں شادی کے لیے بھی کہہ دے گا۔" اسماء نے شگفتہ لہجے میں کہا اور ہنسنے لگیں عروہ شرم سے پانی پانی ہوگئی۔

"وہ مجھے پرپوز کرچکا ہے۔"

"ہائیں...... سچ...... " اسماء نے دیدے مٹکائے۔

"جی۔" اس نے منہ بسور کر کہا۔

"تو پھر کہتی ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا اب دس دن میں

دولت منشا آدی ہماری مٹھی میں ہے اور.....''

''پلیز امی بس کیجیے شرم آ رہی ہے مجھے آپ اپنی بیٹی کو ایک بازاری عورت سمجھ رہی ہیں جو ادائیں دکھا کر اپنا جسم بیچ کر دولت جمع کرتی ہے۔''

''ارے تم تو جذباتی ہو رہی ہو میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔'' اسماء نے عروہ کے غصے میں بولنے پر بوکھلا کر کہا۔

''آپ کا جو بھی مطلب تھا میں خوب سمجھتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر پانی پینے لگی۔

''تو پھر وہ گھر اپنے نام کروالو نا۔'' اسماء نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ پانی پی کر بولی۔

''نام بھی ہو جائے گا فی الحال تو وہاں جانے کی تیاری کریں آپ۔''

''میں نے کہہ دیا نا میں وہاں نہیں جاؤں گی تم تو صبح سے شام تک آفس میں ہوگی میں گھر میں سارا دن اکیلی کیا کروں گی؟'' اسماء نے اٹھ مارے لہجے میں کہا۔

''وہی جو ابا کی زندگی میں کیا کرتی تھیں پہلے بھی تو آپ صبح سے شام تک گھر میں اکیلی ہی رہتی تھیں۔'' عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا تو اسماء کھسیانی سی ہوگئی۔

''میں نے تمہیں وجہ بتادی ہے کل کو تمہاری نوکری چھوٹ جاتی ہے تو گھر بھی چھوٹ جائے گا اور اگر تمہاری شادی ہوگئی تو میں کہاں جاؤں گی؟''

''اگر..... یعنی آپ کو یقین نہیں ہے کہ میری شادی ہوگی یا میری شادی کرنے کی خواہش نہیں ہے آپ کو بلکہ آپ کو یہ ڈر ہے کہ اگر میری شادی ہوگئی تو آپ کہاں رہیں گی آپ کا گزارہ کیسے ہوگا؟'' عروہ نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

''ظاہر ہے اسی لیے میں یہاں سے نہیں جانا چاہتی' کل کو بھائی بھابی بھی کہیں گے کہ اپنے مطلب کو جب دل چاہا بوریا بستر سمیت کر چلی آتی ہے بھائی کا گھر ہے یہاں سو باتیں بھی سن کے رہ لوں گی مگر یہاں سے بار بار جانے آنے کے کھیل میں اپنی عزت نہیں گنوانی مجھ کو۔ تمہیں تو بس وہ نظر آ رہا ہے جو سامنے ہے اور میں دور تک دیکھ رہی ہوں۔ ہم اکیلی عورتوں کو یہ معاشرہ چین سے نہیں جینے دے گا مرد کا ساتھ ہر عمر میں' ہر حال میں عورت کے لیے ضروری ہوتا ہے خواہ وہ مرد بھائی ہو باپ ہو یا بیٹا۔'' اسماء نے سنجیدگی سے جواب دیا تو گہرا سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔''

''کوشش کرو کہ یہ جاب پکی ہو جائے۔'' اسماء نے کہا۔

''ہاں ظاہر ہے ماموں کی بیٹیوں کی شادی کے اخراجات اب مجھے ہی تو پورے کرنے ہیں۔ اپنی ایک ضرورت کی خاطر مجھے ان کی ہزار ضرورتیں پوری کرنا ہوں گی۔'' عروہ نے تلخی سے کہا اور بستر میں لیٹ گئی۔

''عروہ میری جان! غصہ نہیں کرتے تم ہی تو مجھے کتاب میں سے پڑھ کر اقوال زریں سنایا کرتی تھیں کہ اگر کوئی تم کو صرف اپنی ضرورت کے وقت یاد کرتا ہے تو پریشان مت ہونا بلکہ فخر کرنا کہ اس کو اندھیروں میں روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی تم ہو۔'' اسماء نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

''ہاں بہت اچھے لوگ ہیں' آپ کو اپنے مطلب کے لیے قرآنی آیات' احادیث اور خلفاء راشدین کے فرمودات اور اقوال زریں یاد آنے لگتے ہیں' یہ رشتے بلیک میل کرنے کے لیے ہی ہوتے ہیں کیا؟'' عروہ نے اسماء کو کوئی جواب نہیں دیا لیکن دل ہی دل میں وہ خود سے ضرور سوال کر رہی تھی' وہ اس وقت سونا چاہتی تھی مگر نیند اس سے آج پھر روٹھ گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

آفس کے ضروری کام نمٹانے کے بعد عروہ نے جوس منگوایا' اپنے کیبن میں بیٹھ کر جوس پیتے ہوئے اس نے اخبار کھولا تو اخبار کی تہہ میں ایک پمفلٹ رکھا تھا۔ عروہ نے اٹھا کر پڑھا ''برائٹ اسٹوڈنٹ اکیڈمی'' کا اشتہار تھا یہ اکیڈمی کمپنی آفس سے زیادہ دور نہیں تھی اور اکیڈمی کو میتھ اور انگلش پڑھانے کے لیے اساتذہ کی ضرورت تھی۔ ایک خیال بجلی کی طرح عروہ کے ذہن میں کوندا اس نے اسی وقت دیے گئے فون نمبر پر کال کر کے اکیڈمی کے پرنسپل سے بات کی' ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ پمفلٹ اپنے بیگ میں

رکھ لیا۔ اس نے ٹیبل کی دراز کا لاک کھول کر اپنی فائل نکالی جس میں اس کا سی وی موجود تھا' آفس سے واپسی پر وہ پرائٹ اسٹوڈنٹ اکیڈمی گئی' پرنسپل نے سی وی دیکھنے اور انٹرویو کے بعد جاب دے دی۔ اکیڈمی میں اسے شام چھ بجے سے رات آٹھ بجے تک اسٹوڈنٹس کو میتھ اور انگلش پڑھانا تھا اور ماہانہ پندرہ ہزار تنخواہ طے پائی تھی۔

"امی آج واپسی پر مجھے دیر ہوجائے گی۔" صبح اس نے تیار ہوتے وقت اسماء سے کہا۔

"کتنی دیر ہوجائے گی؟"

"نو بج سکتے ہیں۔"

"لگتا ہے آج باس کے ساتھ ڈنر پر جانا ہے۔" اسماء نے شوخ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو ان کی مسکراہٹ اور لہجے پر عروہ کا دل بہت برا ہوا۔

"جی نہیں میں آج سے آفس کے بعد اکیڈمی میں پڑھانے جایا کروں گی تاکہ کمپنی کا لون میری تنخواہ سے کٹتا رہے اور اکیڈمی کی کمائی ہماری ضرورت پوری کرتی رہے۔" عروہ نے ناشتے کی ٹرے سرکاتے ہوئے بتایا۔

"اُفوہ...... کیا ضرورت ہے اتنی مغز ماری کرنے کی' کہا بھی تھا کہ وہ ڈیڑھ لاکھ قرض مت سمجھو اسے اپنی محبت کا تاثر کرکے احسن ریاض سے معاف کروالو مگر تمہیں تو ایمان داری اور پارسائی کا خبط ہوگیا ہے۔" اسماء نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا تو سلیمہ نے آواز سن کر چلی آئیں اور کہنے لگیں۔

"عروہ بیٹی! تم بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کی بجائے سب کچھ اپنے ہاتھ سے ڈبودو گی' اتنی محنت کرکے اپنی صحت اور یہ رنگ روپ برباد کرلو گی۔ گولی مارو اکیڈمی کی نوکری کو اور احسن ریاض جو دیتا ہے رکھ لو اور جو تمہیں چاہیے وہ اس سے نکلوالو پیار سے محبت سے سمجھداری سے' کیا سمجھیں۔"

"سمجھ گئی' اللہ حافظ۔" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا باہر کمپنی کی گاڑی ہارن پر ہارن دے رہی تھی وہ چادر اوڑھتی ہوئی باہر نکل آئی۔

❀......❀......❀

"تم نے گھر میں شفٹ ہونے سے متعلق کچھ سوچا؟" کمپنی کا پروڈکشن سینٹر کا راؤنڈ لے کر واپس آتے ہوئے احسن نے عروہ سے دریافت کیا۔

"ہمیں کمپنی ہوم میں شفٹ نہیں ہونا سر!"

"کیوں؟" احسن نے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے اسماء کی کہی گئی بات اس کے گوش گزار کردی۔

"ہوں تو یہ بات ہے۔" احسن پُرسوچ انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں وہ فرنشڈ گھر قانونی طور پر تمہارے نام کردیتا ہوں اور کمپنی تمہیں کبھی فارغ نہیں کرے گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

"نو تھینک یو سر! میں اتنا بوجھ اٹھانے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔" وہ اس کے ساتھ اس کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی تو وہ بے کلی سے بولا۔

"بوجھ......؟ تم میری محبت کو بوجھ کہہ رہی ہو۔"

"آج کل محبت بھی مفاد کا دوسرا نام ہے سر! اور آپ تو ایک بزنس مین ہیں ناں پھر یہ نوازشیں کیوں کررہے ہیں مجھ پر؟ اپنے کسی فائدے کے بغیر آپ میرا فائدہ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا' احسن کو دکھ ہورہا تھا وہ اس کے خلوص و محبت پر شک کررہی تھی۔ احسن نے عروہ کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے دھیمے پن سے کہا۔

"عروہ ڈیئر! خلوص کوئی کاروبار نہیں ہے جہاں لین دین ہوتا ہے۔ یہ ایک پُرخلوص جذبہ ہے' جس میں کسی صلے کی توقع کے بغیر آپ اپنا آپ وقف کرتے ہیں۔"

"تھینک یو ویری مچ سر! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن میں سر جھکا کر جینا نہیں چاہتی۔"

"کس نے کہا کہ مجھ سے یہ مراعات لینے سے تمہارا سر جھک جائے گا۔" احسن نے قدرے دھیمے لہجے میں استفسار کیا۔ "جانتی ہو میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں؟"

"آپ جانتے ہیں نا میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔" عروہ نے فوراً کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو کیا ہوا محبت میں انسان بدلے کی محبت کی خواہش اور توقع تھوڑی رکھتا ہے' جس سے عشق ہوجائے نا بس پھر

اس کی خوشی ہر شے سے مقدم ہو جاتی ہے۔ آپ کا محبوب کیا چاہتا ہے' کیوں ہنستا ہے' کیوں روتا ہے اس کے ہر انداز سے عشق ہو جاتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ہمارا پیارا محبوب کبھی دکھی نہ ہو' کبھی روئے نا' کبھی پریشان نہ ہو۔ اس کا ہر دکھ ہم اپنے دل پر لے لیں' اس کا ہر اشک اپنی آنکھوں میں بھر لیں' اس کی ہر پریشانی خود پر جھیل لیں' تمہارے لیے میری محبت بھی ایسی ہی ہے۔"

"آپ......" وہ ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ نہ دو عروہ مگر میرا سب کچھ لے لو' میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں' تم میرے لیے ایسی ہو جیسے بہت تیز بارش کے بعد دھوپ کی پہلی کرن اور بہت رونے کے بعد ہلکی سی ہنسی' بہت شور کے بعد سکون کا اک پل' بہت دکھ کے بعد خوشی کا اک لمحہ جو انسان کی زندگی کے لیے اہمیت رکھتا ہے ویسے ہی میرے لیے تم ہو۔" احسن کا عاشقانہ لہجہ عروہ کے روم روم میں جلترنگ بجا رہا تھا۔ حیا و گھبراہٹ اور بے چینی کی ان دیکھی آگ اس کے پورے وجود میں سرایت کر گئی تھی۔ اس کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔

"اپنے سارے آنسو مجھے دے دو عروہ!" وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا اور عروہ اپنے آنسو پونچھتی تیزی سے اندر آ گئی تھی۔

❁......❁......❁

عروہ ذہنی اور قلبی طور پر بہت زیادہ مضطرب تھی' کبھی اسماء' سلیمہ اور انیا اس بیگ کی باتیں اسے دکھی اور آزردہ کر دیتیں تو کبھی احسن ریاض کی وارفتگیاں' مہربانیاں اور اس کی محبتیں اسے پاگل کرنے لگتیں۔ اسکی سمجھ میں نہ آتا کہ کون اس کے ساتھ مخلص ہے اس سے محبت کرتا ہے اور کون غلط ہے؟ اسماء سمیت سب گھر والے احسن ریاض کی عروہ پر نوازشوں کو اس کی اداؤں اور قاتل حسن کی کارستانی سمجھتے تھے اور یہ بات اسے بہت تکلیف دیتی تھی اور احسن ریاض الگ ایک امتحان کی طرح اس پر مسلط تھا' ہر پل اس پر اپنی محبتوں اور مہربانیوں کے دروازے کھلے رکھتا اور اس نے دوسرے دن ہی ایک فرنشڈ گھر عروہ کے نام کر دیا تھا اور عروہ کو قانونی طور پر اس گھر کی مالک بنا دیا تھا۔ عروہ مکان کے کاغذات کی فائل گھر لے آئی اور بہت احتیاط سے سب سے چھپا کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ دی تھی اس کا دل احسن کی یہ مراعات لینے پر آمادہ نہ ہوتا مگر اسے گھر والوں کی خاطر اپنے دل اور ضمیر دونوں کی آواز پر کان بند کرنا پڑتے۔

سفینہ کی شادی دھوم دھام سے ہو گئی' ساتھ ہی نگینہ اور عروہ کے دو تین رشتے آ گئے۔ عروہ کے رشتوں کو تو صاف منع کر دیا گیا جب کہ نگینہ کے رشتے کے سلسلے میں بات چیت جاری تھی' یہ دوغلا پن رشتوں اور محبتوں میں یہ تضاد و منافقت عروہ کو بہت زیادہ دکھ سے دوچار کر رہا تھا۔ کئی ہفتوں سے ملنے والی اس ٹینشن نے عروہ کو بیمار کر دیا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی یا اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا اس نے آفس سے آج چھٹی کر لی تھی اور چھٹی کی درخواست بھجوا دی تھی اپنا سیل فون بھی آف کر دیا تھا۔ اسماء اور سلیمہ اس کی خوب تیمارداری کر رہی تھیں اور وہ جانتی تھی کہ یہ تیمارداری صرف اس لیے کی جا رہی ہے تاکہ وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائے اور پھر سے ان کے لیے نوٹ کما کر لائے۔ سلیمہ سے جب عروہ نے کمپنی کی طرف سے ملنے والے گھر میں شفٹ ہونے کا ذکر کیا تو سلیمہ نے فوراً بڑے پیار دلار سے منع کر دیا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ یہ نوٹ چھاپنے والی مشین ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اسماء اور عروہ کا ان کے گھر سے چلے جانے کا مطلب تھا کہ گھر آتی دولت بھی چلی جائے گی اور سلیمہ کو ابھی نگینہ اور مونا کی شادیاں بھی کرنی تھیں' وہ مفت کی دولت نادانی میں گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔

❁......❁......❁

احسن آج سارا دن آفس میں بور ہوتا رہا اور عروہ کے لیے فکر مند بھی۔ اس کی صورت دیکھے بنا اب اس کو چین نہیں آتا تھا اور عروہ کا سیل فون آف ہونے کی وجہ سے وہ اس سے بات بھی نہیں کر سکا تھا' گھر جاتے ہوئے اچانک احسن کی نظر اکیڈمی سے باہر نکلتی عروہ پر پڑی وہ ویسی ہی نظر آ رہی تھی جیسی پہلے دن اس کے آفس میں آئی تھی۔ عبایا اور اسکارف میں بالکل سادہ وہ یہاں کیوں آئی تھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"نیاز حسین! وہ سامنے عروہ جمشید ہی ہیں ناں؟" احسن نے اپنے ڈرائیور سے پوچھا تو نیاز حسین نے سامنے نگاہ اٹھائی تو وہ تو عروہ کو اس روپ میں پہلے دیکھ چکا تھا فوراً پہچان گیا۔

"جی صاحب! میڈم جی ہی ہیں۔"

"یہ اس اکیڈمی میں کیا کررہی تھیں؟" احسن نے کہا۔

"معلوم نہیں صاحب۔"

"تو معلوم کریں اور مجھے بتائیں؟"

"جو حکم صاحب۔"

"گاڑی روک دیں۔" احسن نے عروہ کے قریب گاڑی پہنچتے ہی اسے حکم دیا اور نیاز حسین نے فوراً تعمیل کی۔ عروہ گاڑی کے رکتے ہی نیاز حسین اور احسن کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"بیٹھیے مس جمشید!" احسن نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے حکم دیا۔

"تھینک یو سر! میں چلی جاؤں گی۔"

"مس جمشید بیٹھیے۔" احسن کا حاکمانہ لہجہ اسے بیٹھنے پر مجبور کرگیا اس کے بیٹھتے گاڑی پھر سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

"آپ کی تو طبیعت خراب تھی نا پھر اس وقت یہاں کیا کررہی ہیں؟" احسن کا سوال اور لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"میں ایک دوست سے ملنے آئی تھی' سارا دن گھر میں لیٹے لیٹے تھک گئی اس لیے دوست سے ملنے چلی آئی۔" عروہ نے نظریں چراتے ہوئے بہانہ بنایا۔

"عجیب لڑکی ہیں آپ دوست سے ملنے اس وقت گھر سے نکل پڑیں' شہر کے حالات کا اندازہ ہے آپ کو۔" احسن باقاعدہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔

"اپنے گھر کے حالات کا اندازہ ہے مجھے جیسے حالات گھر کے ویسے ہی حالات شہر کے ہیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا' احسن پہلو بدل کر رہ گیا اس سے مزید کوئی بات نہ کی۔

"نیاز حسین! مجھے گھر ڈراپ کرنے کے بعد مس جمشید کو بھی ان کے گھر چھوڑ دیجیے گا۔" احسن نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

"بہتر صاحب۔" ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔

اگلے دن وہ بخار کے باوجود آفس میں موجود تھی' احسن کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم اکیڈمی کیوں گئی تھیں؟"

"بتایا تو تھا آپ کو۔"

"جھوٹ بولا تھا تم نے مجھ سے' میں سچ جاننا چاہتا ہوں۔" احسن کی نظریں اس کے چاند چہرے پر جمی تھیں وہ سبز کاہی جارجٹ کے قمیص شلوار دوپٹے میں ہلکے میک اپ کے ساتھ بہت حسین لگ رہی تھی مگر اس کا چہرہ بخار کی شدت سے دہک رہا تھا آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔

"آپ کو اچھا لگتا ہے کہ میں ہر روز آپ کے سامنے اپنی مجبوری اور بے بسی کا رونا روؤں' گڑگڑاؤں یا آپ کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔" وہ بولتے بولتے روہانسی ہوگئی۔

"عروہ.....!" احسن نے تڑپ کر پکارا۔

"جاب کرتی ہوں میں اس اکیڈمی میں کوئی اعتراض؟"

"تم میری کمپنی میں جاب کے ساتھ ساتھ کسی اور جگہ کام کیسے کرسکتی ہو؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"آپ کی کمپنی میں جاب ایگریمنٹ سائن کرتے ہوئے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی تھی کہ میں آپ کے ہاں جاب کے دوران کسی دوسری جگہ جاب نہیں کرسکتی اور ویسے بھی وہ کوئی کمپنی نہیں ہے ایک ایجوکیشنل اکیڈمی ہے۔" عروہ نے نہایت سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"جو بھی ہے تم کل سے اکیڈمی نہیں جاؤ گی جتنے پیسے چاہئیں تمہیں مل جائیں گے۔"

"آپ کے ڈیڑھ لاکھ کا قرض اتارنے کے لیے میں یہ جاب کررہی ہوں' تین ماہ کی سیلری تو آپ نے کاٹ لی ہے بنا ایک ماہ کی رہ گئی تب چھوڑ دوں گی یہ جاب۔" عروہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور جانے لگی تو احسن نے تیزی سے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"عروہ تم وہ ڈیڑھ لاکھ بھول جاؤ یوں سمجھو کہ تم نے مجھ سے کبھی کوئی رقم مانگی ہی نہیں اور میں نے تمہیں کوئی لون دیا

ہی نہیں۔"

"شکریہ۔" عروہ نے بھرائی آواز میں کہا۔

"سر کیوں کہتی ہو؟ کیفے میں تو میرا نام لیا کرو۔"

"سر! یہ آفس ہے اور یہاں آپ میرے باس ہیں۔"

"او گاڈ! عروہ تمہیں تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے تم اتنی کیئر لیس کیوں ہو اپنے بارے میں؟ تم گھر والوں کو کما کے دیتی ہو ان کے غم میں گھلتی رہتی ہو اور اپنی صحت کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتیں۔" احسن کو اس کے ہاتھ میں غیر معمولی تپش محسوس ہوئی تو اس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ہالے میں لے کر فکرمندی سے کہا تو وہ بے مروتی سے بولی۔

"آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے سر!"

"ہوں..... ضرورت نہیں ہے؟" احسن نے تڑپ کر کہا۔

"تم میری محبت ہو اور میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اپنی کزنز کی اتنی فکر کیوں ہے تمہارے ماموں کو ان کی فکر ہونی چاہیے وہ ان کی ذمہ داری ہیں۔"

"مجھے میری ذمہ داری کا احساس دلانے کا شکریہ سر! ڈونٹ وری میں جاب چھوڑ دوں گی۔" عروہ نے بہت ضبط سے کہا اور اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا دیئے۔

"چلو تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔"

"میں خود چلی جاؤں گی سر! آپ پلیز زحمت نہ کریں۔" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے اجنبی لہجے میں کہا تو وہ بے قرار ہو گیا۔

"تم ابھی تک مجھے اجنبی سمجھتی ہو صرف اپنا باس سمجھتی ہو۔" احسن نے آزردگی سے کہا۔

"میں آپ کو کیا سمجھتی ہوں یہ تو میرا دل ہی جانتا ہے احسن صاحب مگر میں کچھ کہہ نہیں سکتی کیونکہ آپ کے احسانات تلے دبی ہوئی ہوں۔" عروہ نے دل میں کہا مگر بظاہر وہ بنا اس کی بات کا جواب دیئے اپنے کیبن میں آ گئی۔

احسن ریاض کب کیسے اس کے دل میں دھڑکنے لگا اسے خبر ہی نہ ہو سکی وہ لاکھ اس حقیقت کو جھٹلانا چاہتی مگر جھٹلا نہ پاتی وہ خود سے اپنے حالات سے اپنوں کے خیالات اور مطالبات سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔ رشتوں کی خود غرضی نے اسے تھکا دیا تھا ورنہ اپنوں کے کام کرنا اس کے نزدیک غلط نہیں تھا۔ اس نے کمپنی کے ڈاکٹر سے ہی اپنا چیک اپ کروایا' دوا لی اور اپنی دو دن کی چھٹی کی درخواست لکھ کر منیجر کو دے کر سیدھی گھر آ گئی۔ اکیڈمی میں پہلے ہی دو دن کی چھٹی کی درخواست دے آئی تھی' تیسرے دن سنڈے تھا گھر پہنچی تو اسے معمول سے زیادہ خاموشی محسوس ہوئی۔ مونا اس کے لیے سکنجبین اور فروٹ چاٹ لے آئی' سکنجبین پی کر اسے بہت سکون ملا۔

"مونا! سب گھر والے کہاں ہیں؟"

"عروہ آپی ابو تو اسٹور پر ہیں اور امی' ثمینہ اور پھوپو شاپنگ کے لیے گئی ہیں۔"

"تم کیوں نہیں گئیں؟" عروہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا وہ جس بے دردی سے آپ کی محنت کی کمائی خرچ کر رہی ہیں' پھوپو کو بھی احساس نہیں ہوتا وہ تو آپ کی ماں ہیں۔ آپ کے ذریعے سب اپنے کام کروا رہے ہیں۔" مونا کا موڈ خراب تھا بولتی چلی گئی۔

"تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"کیوں کیا ایسا نہیں ہے یہ لوگ آپ کی خوب صورتی کو کیش نہیں کروا رہے کیا؟" مونا نے تلخی سے کہا۔

"مونا تمہیں کیا لگتا ہے میں کچھ غلط کر رہی ہوں۔"

"نہیں عروہ آپی! غلط تو آپ کے ساتھ امی ابو اور پھوپو کر رہے ہیں' آپ احسن صاحب سے شادی کر کے اس عذاب سے اپنی جان چھڑا لیں آپی!" وہ تیزی سے بولی۔

"میں احسن سے شادی کیوں کروں؟"

"کیونکہ وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"اچھا..... تمہیں یہ کیسے پتا چلا؟" وہ مسکرا دی۔

"ہم پر جو انہوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا ہے آپ کو قیمتی تحائف دیئے ہیں وہ محبت نہیں ہے تو اور کیا ہے آپی!"

"پتا نہیں....."

"اچھا آپ یہ چاٹ کھائیں پھر دوا کھا کر آرام کریں۔"

مونا کی کیئرنگ اسے اچھی لگ رہی تھی وہ مسکرائی اور چاٹ کھانے لگی۔

"آپ کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ احسن صاحب نے آپ کی تین ماہ کی تنخواہ اپنے ڈرائیور کے ہاتھ بھجواتے رہے ہیں۔"

"کیا.....؟" عروہ اس انکشاف پر حیرت زدہ رہ گئی' چاٹ کھاتے کھاتے رک گئی۔

"جی ہاں عروہ آپی! اور امی تو ان کے ڈرائیور سے بازار سے سبزی' گوشت بھی منگوا لیتی ہیں جب بھی وہ پیسے دینے آیا۔ احسن صاحب نے پھوپو کو فون کر کے منع کیا تھا کہ عروہ کو اس بات کا پتا نہیں چلنا چاہیے کہ اس کی تنخواہ گھر پہنچائی جا رہی ہے۔" مونا نے مزید بتایا۔

"اوہ میرے اللہ....." عروہ نے چاٹ کی پلیٹ ٹیبل پر رکھ دی' پھلوں کی مٹھاس میں کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

"یہ احسن صاحب کی آپ سے محبت ہی تو ہے عروہ آپی ورنہ آج کل کون کسی کے لیے سوچتا اور کرتا ہے۔" مونا مسلسل بول رہی تھی۔ عروہ کے پسینے چھوٹ رہے تھے دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا یہ محبت ہی تو ہے یہ جو عشق ہے نا یہی تو انسان سے سب کچھ کرواتا ہے حالانکہ میں نے کبھی بھی احسن کی پذیرائی نہیں کی بلکہ ان سے جھگڑتی بھی رہی' کئی بار انہیں کھری کھری سنائی اور وہ....." عروہ نے مدھم آواز میں کہا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ ان شادی کر لیں۔"

"اور ساری زندگی بلیک میل ہوتی رہوں اپنوں کی نت نئی فرمائشوں کے ہاتھوں اور وہ اس خوف کے ہاتھوں کہ کب میرے اپنے شوہر کو یہ کہہ کر مجھ سے بدگمان کر دیں کہ عروہ نے اس سے کبھی محبت نہیں کی دولت کی خاطر اسے پھنسایا اور اپنایا ہے پھر..... پھر میں کہاں سے اپنی صفائی پیش کروں گی' تب میری سچائی پر احسن کیوں یقین کریں گے؟" عروہ نے تلخی سے درد اور بے بسی سے ٹوٹتے لہجے میں کہا۔

"ہاں عروہ آپی بات تو آپ کی بھی درست ہے لیکن کوئی حل تو ہوگا نا اس مسئلے کا پلیز ان خود غرض رشتوں کے لیے خود کو اس طرح خوار نہ کریں۔ یہ پھوپو کے بھائی کا گھر ہے جتنا آپ نے اس گھر کے لیے کیا ہے پھوپو کو کوئی یہاں سے جانے کے لیے نہیں کہے گا۔ بس آپ اپنے بارے میں سوچیں۔" مونا نے فکر مندی سے مخلصانہ لہجے میں کہا۔

"تھینک یو مونا! تم نے میرے لیے اتنے خلوص سے سوچا۔" عروہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی اور بھی ہے جو آپ کے لیے اتنے خلوص سے سوچتا ہے؟"

"کون؟"

"احسن ریاض۔" مونا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

❁.....❁.....❁

احسن گھر پہنچا تو ملازمہ نے اسے کچھ شاپنگ بیگز اور ایک خط تھما دیا پوچھنے پر بتایا کہ ایک لڑکی دے گئی تھی' احسن نے تیز ہوتی دھڑکنوں پر عروہ کے خیال سے جلدی سے لفافہ کھولا خط نکال کر پڑھنے لگا۔

"احسن صاحب! میں آپ کی جاب چھوڑ کر جا رہی ہوں' اپنے گھر اور شہر سے دور' جہاں کوئی مجھے اپنی غرض کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ میری ماں اور ماموں کے گھر والے سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کو اپنے حسن و محبت کے فریب میں پھنسا کر آپ سے مراعات حاصل کی ہیں کیونکہ وہ ایسا ہی چاہتے تھے مجھے دکھ ہے اپنوں کے اس رویے اور سوچ پر مگر لاکھ چاہ کر بھی آپ کو محبت کا فریب نہ دے سکی آپ تو خود ہی میری طرف مائل بہ محبت ہوتے چلے گئے مگر یہ جو دل ہے نا یہ بے ایمانی اور فریب نہیں جانتا میرا ضمیر نہیں مانتا کہ میں آپ کو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کے لیے استعمال کروں' آپ سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں میں اتنی اچھی نہیں ہوں کہ آپ کی نوازشوں اور احسانات کا بوجھ مزید اٹھا سکوں' اس لیے یہاں سے جا رہی ہوں۔ آپ کے تمام تحائف آپ کو لوٹا رہی ہوں کہ میں خود کو ان کے لائق نہیں سمجھتی اور آپ نے جو گھر میرے نام کر دیا تھا اس کی فائل

بھی لوٹا رہی ہوں' جانتی ہوں کہ آپ کو مجھ پر بہت غصہ آ رہا ہوگا اور بہت دکھ بھی ہو رہا ہوگا پلیز ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش رکھ سکتے ہیں لیکن میں احساس جرم وندامت کے ساتھ آپ کے سامنے کبھی سر نہ اٹھا پاتی نہ آپ سے نظریں نہ ملا پاتی' میں اس احساس کے ساتھ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی کہ میرے گھر والوں نے اپنے فائدے کے لیے مجھے سجا سنوار کے آپ کے آفس بھیجا میں تو تب سے خود سے نظریں نہیں ملا پائی آپ سے کیسے نظریں ملاؤں گی۔ میں نے ہمیشہ آپ کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی ہے اس لیے مجھ میں ان آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میرے لیے آپ نے جو کچھ بھی کیا مجھ سے چھپ کر اور مجھے بتا کر اس سب کے لیے بہت بہت شکریہ۔ کوشش کروں گی کہ آپ کے پیسے جلد لوٹا دوں' ہاں جاتے جاتے ایک سچ آپ کو بتانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میں آپ سے بے حد پیار کرتی ہوں' دل میں آپ کی محبت بسی ہے' روح میں آپ کے عشق کی روشنی جھلمل کرتی ہے۔ بس یہ وہ سچ ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں' مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجیے گا کیونکہ میں ایسی جگہ پر جانا چاہتی ہوں جہاں میں کھل کر ہنس سکوں' جی بھر کے رو سکوں' ورنہ شاید گھٹ گھٹ کے مر جاؤں گی اللہ حافظ۔ عروہ جمشید!"

"عروہ تم ایسا نہیں کر سکتیں میرے ساتھ۔" احسن نے بھیگتی آواز میں کہا اس کی آنکھیں برکھا رت کا سماں پیش کر رہی تھیں' عروہ کا دکھ اور بے بسی اسے رلا گیا تھا۔ اس نے شاپنگ بیگز کھول کر دیکھے تمام نفیس پیک تھے اس نے کھولے تک نہیں تھے۔

"احسن! روتے ہی رہو گے کہ عروہ کو تلاش بھی کرو گے' اگر وہ چلی گئی تو عمر بھر روؤ گے۔" اس کے اندر سے آواز آئی تو وہ بے قرار ہو کر اٹھا اور تیزی سے باہر بھاگا۔ ملازم کو آواز دی' نیاز حسین کو ریلوے اسٹیشن اور ملازم اکبر کو بس اسٹاپ پر عروہ کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی گاڑی لے کر نکل گیا۔

عروہ نے ایسا ہی ایک خط اسماء کے نام چھوڑا تھا جسے پڑھنے کے بعد وہ روئے جا رہی تھیں۔ سلیمہ اور الیاس بیگ الگ شرمندہ سے بیٹھے تھے' اسماء کے خط میں اس نے لکھا تھا کہ

"امی! میں یہاں سے جا رہی ہوں جہاں بھی جاؤں گی آپ کے لیے پیسے بھیجتی رہوں گی' بس اتنا یاد رکھیے گا کہ بیٹی بکاؤ مال نہیں ہوتی۔ میں نے کمپنی اور اکیڈمی کی جاب چھوڑ دی ہے' ماموں آپ کو اپنے گھر سے تو نہیں نکال سکتے ناں آخر کو آپ ان کی بہن ہیں۔ میری فکر مت کیجیے گا اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ ابا کی پینشن آپ کے لیے کافی ہوگی۔ جب تک مجھے جاب نہیں مل جاتی تب تک اس میں ہی گزارہ کیجیے گا' ماموں' مامی اور سب گھر والوں سے معذرت اور سلام آپ کی بیٹی عروہ جمشید۔"

"کیا پتا احسن ریاض سے زیادہ امیر آدمی مل گیا ہو اور اس کے ساتھ بھاگ گئی ہو۔" سلیمہ نے کہا۔

"بھابی..... میری عروہ ایسی نہیں ہے۔" اسماء نے بلک کر کہا۔

"سلیمہ! ہوش کرو وہ تمہاری وجہ سے گھر چھوڑ کے گئی ہے' تم لوگوں نے اسے نوٹ چھاپنے کی مشین بنا دیا تھا۔" الیاس بیگ غصے سے بولے تو سلیمہ نے کہا۔

"ہاں تو فائدہ تو آپ کا ہو رہا ہے آپ کے گھر کا بوجھ وہ اٹھا رہی تھی' ہم سب برابر کے قصوروار ہیں۔"

"شکر ہے کہ آپ لوگوں نے اپنا جرم تو مانا۔" احسن ریاض نے بیگ ہاؤس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو سب حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"آپ احسن بھائی ہیں ناں۔" مونا نے اسے دیکھتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"جی میں احسن ریاض ہوں' عروہ کی والدہ آپ دونوں میں سے کون ہیں؟" احسن ریاض نے سلیمہ اور اسماء کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو اسماء نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"میں ہوں بیٹا۔"

"بیٹا ہونہہ..... آپ اپنی بیٹی کو تو بیٹی سمجھ نہ سکیں' مجھے کیا بیٹا مانیں گی۔" احسن نے انہیں دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں

کہا وہ شرمندہ ہوگئیں۔

”خدا نے بہت خوب صورت‘ قیمتی اور انمول تحفہ دیا تھا‘ آپ کو بیٹی کی صورت میں ایک باحیا اور باکردار بیٹی کا تحفہ‘ پاکیزہ سوچ اور حساس دل کی مالک ایسی بیٹی کا تحفہ جس پر آپ کو فخر ہونا چاہیے وہ بیٹی آپ کا غرور ہے لیکن آپ نے اسے.....“ احسن کی بات ادھوری رہ گئی اس کے سیل فون پر نیاز حسین کی کال تھی۔

”احسن بھائی پلیز عروہ آپی کو ڈھونڈ لائیں وہ بہت اچھی ہیں۔“ مونا نے بھیگی آواز میں کہا۔

”ہاں آپ لوگوں کے اطمینان سے تو ظاہر ہے کہ آپ کو عروہ کو واپس لانے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے چلتا ہوں۔“ احسن نے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔

❁....❁....❁

عروہ لاہور سے رحیم یار خان جانے والی ٹرین میں سوار ہوگئی تھی‘ ٹرین چلنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ وہ اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے کھڑکی سے باہر بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

”تمہیں کیا لگا تھا عروہ جمشید کہ تم اپنا چہرہ چھپاؤ گی تو میں تمہیں ڈھونڈ نہیں پاؤں گا‘ تمہیں پہچاننے میں ناکام رہوں گا بھول ہے تمہاری۔“ احسن کی دلکش آواز اسے اپنے اتنے قریب سنائی دی کہ وہ ہڑبڑا کر اپنے بائیں جانب دیکھنے لگی‘ احسن اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔

”آپ......“ وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

”جی میں‘ اتنی آسانی سے تو میں تمہیں فرار نہیں ہونے دوں گا‘ چلو میرے ساتھ......“ احسن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ کانپتی آواز میں بولی۔

”نہیں‘ آپ جائیں یہاں سے ورنہ میں شور مچادوں گی۔“

”اچھا تو مچاؤ شور‘ بتاؤ لوگوں کو کہ میں تمہیں تنگ کررہا ہوں۔“ وہ اطمینان سے مسکراتے ہوئے بولا۔

”کرسکتی ہو ایسا؟“

”نہیں۔“ وہ ایمان داری سے بولی وہ اس کی عزت پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی اور یہ بات احسن بھی جان گیا تھا۔

”مجھے بھی یقین ہے کہ تم میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کرسکتیں‘ چلو اب......“ احسن نے پُریقین لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوگیا ناچار عروہ کو بھی کھڑا ہونا پڑا۔ احسن نے دوسرے ہاتھ میں اس کا سفری بیگ اٹھالیا۔ ٹرین کے ڈبے میں موجود کچھ شکی اور کچھ سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

”مجھے ایسی شکی نظروں سے مت دیکھیں‘ میں ایک شریف آدمی ہوں اور یہ میری بیوی ہے مجھ سے ناراض ہوکر میکے جارہی تھی وہ تو شکر ہے کہ میں نے اس کا خط پڑھ لیا اور میں ٹرین چھوٹنے سے پہلے پہنچ گیا۔ آپ سب کا سفر اچھا گزرے۔“ احسن نے ڈبے میں موجود ان خواتین و حضرات کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بڑی خوب صورتی سے بات بنائی۔ عروہ شرم سے بے حال ہوگئی تھی۔

”شکریہ اور آپ دونوں کی بھی زندگی کا سفر اچھا گزرے۔“ ایک صاحب نے زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں دعا دی‘ احسن نے زور سے آمین کہا۔

”چلیے بیگم صاحبہ!“ وہ عروہ کا ہاتھ پکڑے ٹرین سے نیچے اتر آیا۔

احسن تمام راستے خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا اور عروہ بے آواز روتی رہی‘ وہ اب اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ اسے ڈھونڈ لایا تھا شاید یہی اس کا نصیب تھا۔ احسن نے اپنی گاڑی ”احسن ولا“ میں لاکر روکی تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا وہ گاڑی سے اتر کر اس کی جانب آیا اور دروازہ کھولا تو وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر آئی اور اس کے ساتھ ایک شاندار بیڈروم میں چلی آئی۔ عروہ نے اپنا اسکارف اتار دیا‘ احسن نے دیکھا اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا‘ پسینے اور آنسوؤں میں بھیگا ہوا۔

”آج رات تم اس کمرے میں گزارو‘ صبح بات کریں گے۔“ احسن نے بمشکل اپنی حالت کو سنبھالتے ہوئے اس سے کہا اور جانے کے لیے مڑا تو اس نے فوراً پوچھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"

"کیونکہ میں اس وقت بہت ڈسٹرب اور تھکا ہوا ہوں' صبح تمہیں پولیس اسٹیشن لے کر جاؤں گا۔"

"پولیس اسٹیشن..... نہیں پلیز ایسا مت کیجیے میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں کیا تم نے؟" احسن نے اس کی طرف رخ موڑا۔ "میرا کتنا نقصان کیا ہے تم نے' کچھ اندازہ ہے تمہیں اور تم میرا نقصان کرکے ایسے کیسے جاسکتی ہو؟" احسن کا لہجہ معنی خیز تھا مگر وہ اس وقت ذہنی طور پر اس کی بات کی گہرائی تک پہنچنے کی پوزیشن میں نہیں تھی وہ تو کمپنی کے کانٹریکٹ کی خلاف ورزی اور جو رقم وہ اسے دے چکا تھا اسی کو نقصان سمجھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ خود جو چاہیں مجھے سزا دے دیں لیکن پولیس کے حوالے مت کریں پلیز۔"

"میری دی ہوئی سزا قبول کرلو گی۔" احسن نے بے قراری سے اس کے چہرے کے نقش کو دیکھا۔

"ہاں میں آپ کی دی ہوئی ہر سزا قبول کرلوں گی پلیز مجھے پولیس اسٹیشن مت لے جایئے گا۔" اس نے روتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا....."

"احسن پلیز....." عروہ نے روتے روتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے گویا احسن کے دل پر بجلی گرادی' وہ تڑپ کر رہ گیا اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس حال میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہوگی وہ تو خود اس کے دربار میں کھڑا ہاتھ پھیلائے اب تک محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔

"تمہارے یہ ہاتھ تھامنے کی تمنا بہت کی ہے میں نے لیکن کبھی اس طرح سے ان ہاتھوں کو اپنے سامنے بندھے دیکھنے کی آرزو کبھی نہیں کی۔" احسن نے اس کے ہاتھ پکڑ کر الگ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کون سی زیادتی کی تھی تمہارے ساتھ جو تم مجھے چھوڑ کے جارہی تھیں؟ میں نے جو کچھ تمہارے یا تمہارے گھر والوں کے لیے کیا وہ میرا تم سے عشق کا تقاضا تھا۔ تم سے زبردستی تو کچھ نہیں چاہا تھا' میں تمہیں تمہاری مرضی اور خوشی سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا' تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگی تھیں تو بتایا کیوں نہیں؟ اپنی محبت کو چھوڑ کر جانے کا حوصلہ کہاں سے آ گیا تم میں؟"

"محبت' احسان اور بوجھ محسوس ہونے لگے تو انسان کیا کرے میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آپ کا اصل روپ کون سا ہے وہ جو مجھے حجاب میں دیکھ کر رد کردیتا ہے یا وہ جس نے مجھے ایک ماڈل گرل کے روپ میں دیکھ کر اپنے بزنس کلائنٹ کے گھر تنہا بھیج دیا تھا۔ یہ مہربانیاں محبت و عشق کے سبب ہیں یا مجھے اپنی مرضی پر چلانے کے لیے نوازشوں کا بوجھ بڑھایا جارہا ہے' میں کتنی ڈسٹرب تھی' کس قدر قلبی اور ذہنی الجھنوں کا شکار تھی آپ اندازہ نہیں لگا سکتے بہرحال میں آپ کی قصوروار ہوں اس لیے معافی کی طلب گار ہوں۔" عروہ نے بھیگی آواز میں نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم نے کوئی قصور کیا ہوتا تب بھی میں اس کے پیچھے چھپی مجبوری کو محسوس کرسکتا تھا عروہ! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے کبھی مجھے اپنے دام محبت میں پھنسانے کی کوشش نہیں کی ہوگی اس خیال سے ہی تمہارا ضمیر بے کل ہوجاتا ہوگا پھر بھی اگر تم گریز کے ذریعے مجھے اپنی جانب مائل کررہی تھیں تو بھی تمہارا اعتراف' تمہاری سچائی کسی معافی یا معذرت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑتی مجھے سب یاد ہے تمہارے کانپتے ہاتھ' لرزتی آواز' جھکی ہوئی نظریں' تمہارا بے بسی سے تڑپ تڑپ کر رونا' یہ سب ظاہر کرتا تھا کہ تم اپنی خوشی سے مجھ سے قرض نہیں مانگ رہی تھیں' تمہاری انا' خودداری اور عزت نفس مجروح ہورہی تھی مگر تم اپنوں کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ تھیں۔ تم اپنی پارسائی اور سچائی کی خود ہی گواہ ہو اور مجھے تم سے عشق نہ ہوتا تم پر یقین نہ ہوتا تو تمہاری تلاش میں گاڑیاں نہ دوڑاتا اور ہاں..... جے ایس خان نے اس روز تمہارے ساتھ جو بھی بکواس کی وہ طے شدہ تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے پہلے سے طے شدہ تھی؟" عروہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔"

"مگر کیوں؟"

"کیوں کہ تم مجھے پہلی ملاقات میں ہی متاثر کر گئی تھیں پھر تم دوسری بار انٹرویو کے لیے جس اعتماد اور تیاری کے ساتھ آئی تھیں اس نے مجھے چونکا دیا تھا' میں نے جان بوجھ کر تمہیں اکیلے جے ایس خان کے گھر بھیجا تھا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اپنی مجبوری کے لیے کس حد تک جا سکتی ہو۔ خان کو میں نے سمجھا دیا کہ تم سے کس طرح بات کرنی ہے پھر تم جس ہوشیاری سے اسے الو بنا کر وہاں سے چلی آئیں اس کی روداد تمہارے وہاں سے نکلتے ہی خان نے مجھے فون کرکے سنا دی تھی اور تمہارے آفس تک پہنچنے سے پہلے ڈرائیور نیاز حسین نے بھی تمہارے خیالات اس سفر کے مجھ تک پہنچا دیے تھے اور پھر تمہارا آکر مجھ پر غصہ میں برسنا مجھے بہت خوشی بخش رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرا انتخاب درست ہے میرا دل کسی معمولی لڑکی کے لیے بے چین نہیں ہو رہا بس پھر دھیرے دھیرے تمہاری خوبیاں اور مجبوریاں سامنے آتی چلی گئیں۔ میں نے تو اپنے والدین کو بھی تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے وہ بھی تم سے ملنے کے لیے بے تاب ہیں۔" احسن نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے انکشاف کیا۔

"تو آپ میرے کردار کو پرکھ رہے تھے میری مجبوری کو ایڈونچر بنا دیا آپ نے۔"

"جے ایس خان میرا بہت اچھا دوست ہے وہ بھی تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کرتا اور نہ ہی میں اتنا بے غیرت ہوں کہ ایک لڑکی کی عزت کے عوض اپنا بینک بیلنس اور بزنس بڑھاؤں۔ بہت پیار کرتا ہوں تم سے' عشق ہے مجھے تمہاری ذات' روح' سوچ اور تمہارے دل سے۔ بہت عشق ہے مجھے۔ تمہارے حسن سے ہٹ کر تمہاری ذات سے پیار ہے مجھے۔" احسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دل سے کہا تو عروہ دل وجان سے اس کی باتوں پر ایمان لے آئی۔

"احسن......" عروہ نے دل سے اس کا نام اپنے لبوں پر سجایا۔

"کتنا ترسا ہوں میں اپنا نام تمہارے ان گلابی ہونٹوں سے سننے کے لیے میری سماعتوں کو کتنا انتظار تھا اس لمحے کا کہ کبھی تم مجھے پیار سے پکارو گی۔ بالآخر آج وہ مبارک ساعت آ ہی گئی۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے بولا' اس کا وجدان اسے آسمان کی وسعتوں میں اڑنے پہ آمادہ کر رہا تھا۔ اس کے یقین کی پرواز بلند تر کر رہا تھا' اسے تحفظ' اعتبار اور خلوص کا مان دے رہا تھا۔

"احسن......" اب ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے وہ بے اختیار ہی اس کے سینے میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آج وہ اپنے سارے دکھ' ساری پریشانیاں آنسوؤں کی شکل میں بہا دینا چاہتی تھی اور احسن بھی اس کے سارے آنسو اپنے دامن میں سمو لینا چاہتا تھا۔ خود احسن کی آنکھیں بھی چھلک پڑی تھیں اس کے سارے دکھوں اور الجھنوں کے خیال سے۔

"احسن آپ بہت اچھے ہیں۔" جب وہ دل کھول کے رو چکی تو گویا ہوئی' احسن نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"اچھا تو میں ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ اس حسن' معصومیت اور محبت کے زیست افروز اور دل ربا' فتنہ خیزی کے سامنے خود کو قابو میں کیے کھڑا رہا ہوں۔ آپ کی یہ بے اختیاری تو ہمیں مار ہی ڈالے گی عروہ جی!"

"اوہ......سوری!" وہ ایک دم سے شرمندہ سی خجل سی ہو کر اس کے حصار محبت سے باہر نکلی۔ وہ اس کی اس حرکت پر ہنس دیا' دونوں ایک دوسرے کے وجود کی حدتوں میں دہک رہے تھے مہک رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں سویٹ ہارٹ! ان شاء اللہ کل شام کو ہمارا نکاح اسی گھر میں ہوگا پھر جیسے چاہے مجھ سے ملنا' جیسے چاہے میرے پاس' میرے قریب آنا۔"

"کل شام......نکاح؟" عروہ کی حیرت دیدنی تھی۔

"ہوں......تمہیں کوئی اعتراض ہے کیا؟"

"نہیں تو......" اس نے فوراً ہی بے اختیاری میں جواب دیا اور پھر خود ہی شرما گئی' احسن بہت پیار سے اسے دیکھتا رہا۔

"آں ہاں تو پرنس کو کوئی اعتراض نہیں ہے بہت اچھے..... شکریہ میری جان!"

"لیکن آپ کے والدین کو تو اعتراض ہوسکتا ہے نا۔" عروہ کے دل میں خدشے نے سر اٹھایا تو فوراً زبان سے ظاہر بھی کردیا۔

"کس بات پر؟"

"میں سفید پوش گھرانے کی لڑکی ہوں اور آپ یقیناً ہمیشہ سے ہی اس پوش ایریا کے باسی رہے ہیں امارت کا فرق ان کے اعتراض کی بہت بڑی وجہ ہوسکتی ہے آپ نے انہیں بتایا کہ میرا کردار کیا ہے؟"

"ہاں میں نے انہیں بتایا ہے کہ عروہ کا کردار بہت ہائی ہے میرے دل ونظر میں۔" احسن نے مسکراتے ہوئے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ فرطِ مسرت و حیرت سے اس کو دیکھنے لگی۔ وہ جس سے اس کی سوچ سے بڑھ کر پیار کرتا تھا اس نے دل ہی دل میں سجدہ شکر ادا کیا۔

"چلو اب منہ ہاتھ دھولو ہم ذرا کٹھے کریں گے اور ہاں تمہارے میکے والے کل ہمارے نکاح میں شرکت کے لیے یہاں موجود ہوں گے اور میری بہن بہنوئی اور والدین اگلے ہفتے پاکستان پہنچ رہے ہیں ان شاء اللہ ان کی آنے پر میں تمہیں بڑی شان سے تمہارے میکے سے رخصت کرواکے یہاں لاؤں گا شادی کے اخراجات سب میرے ذمہ تمہیں کسی قسم کی کوئی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ہماری شادی اور ولیمہ بہت شاندار ہوگا اور وہ جو نفلس تم نے مجھے واپس کیے ہیں ناں اب رونمائی میں تمہیں میں وہی سارے نفلس دوں گا پھر دیکھوں گا کیسے واپس کرتی ہو۔"

احسن نے اسے شوخ وشریر نظروں سے دیکھتے ہوئے شوخ و دلکش لہجے میں کہا تو وہ خوش دلی سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ احسن اس کی دلکش ہنسی پر فدا ہوگیا۔

اگلی شام احسن ولا میں خوشیوں کی بارات آئی تھی۔ اسماء سلیمہ الیاس بیگ، تمینہ، مونا، سفینہ اور اس کا شوہر بھی بہت خوشی خوشی عروہ اور احسن کے نکاح میں شریک تھے۔ دلہن بنی عروہ احسن کے دل میں سمارہی تھی۔ قبول وایجاب کی رسم ادا ہوئی مٹھائی سے سب کا منہ میٹھا کرایا گیا۔ شاندار کھانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ جے ایس خان بھی اس نکاح میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ سلیمہ اور الیاس بیگ کو اسی دوران دبئی سے فون کے ذریعے اپنے اکلوتے بیٹے کی واپسی کی خبر ملی تھی وہ ان سے معافی مانگ رہا تھا واپس گھر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ ماں باپ نے فوراً آنے کی اجازت دے دی کہ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ رہا تھا ان کے لیے یہی کافی تھا اور وہ سب اسے عروہ کے نکاح کا تحفہ سمجھ رہے تھے۔ عروہ اور احسن کی خوشی لفظوں سے بیان سے ماورا تھی' سبز عروسی لباس میں وہ حور لگ رہی تھی تو احسن سفید براق کلف والے کرتہ شلوار میں شہزادوں کی سی آن بان دکھا رہا تھا۔

"ہوں..... تو اب آپ کس ٹرین میں سوار ہوں گی مسز عروہ احسن!" احسن نے موقع ملتے ہی اس کا کومل سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کا نام لے کر عشق کی ٹرین میں سوار تو ہوگئی ہوں اب ان شاء اللہ زندگی کی شام اسی ٹرین میں ہوگی۔"

"تھینک یو عروہ! تم نے مجھے مکمل کردیا' میرے عشق کو معتبر کردیا۔" احسن نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"اور آپ نے مجھے معتبر بنادیا' شکریہ احسن!" عروہ نے محبت اور عقیدت بھری نظروں سے احسن کے چہرے کو دیکھتے دل سے کہا۔

یہ جو عشق ہے
یہ عجیب ہے
کہاں ہر کسی کا نصیب ہے؟
یہ اسی کے در کا غلام ہے
جہاں صدق بےشمار ہے
جہاں درد بھی اک بہار ہے
یہ جو عشق ہے!
یہ جو عشق ہے!